

صُفِّ مَطْلَعَةً فِيهَا كُتِبَ قِيَمَةُ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ  
آخر آمد پس پرده تفتد و پدید

یعنی

— (اُرْدُو ترجمہ) —

# مکتوبات امام ربانی

حضرت مجدد الف ثانی الشیخ احمد سرہندی قدس سرہ

کی فتاویٰ اول — حصہ ششم

— (تصحیح و حواشی و ترجمہ) —

مولانا محمد سعید احمد صاحب نقشبندی  
خطیب امام منہج حضرت تاج گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ لاہور

— (ناشر) —

مدینہ پبلشنگ کمپنی بئدر وڈ کراچی

(مجلہ تحقیق بحق ناشر محفوظ ہیں)

آفٹ ایڈیشن \_\_\_\_\_ ۱۹۷۱ء

نام کتاب \_\_\_\_\_ مکتوبات امام ربانی

مترجم \_\_\_\_\_ محمد سعید احمد نقشبندی خلیفہ جامعہ حضرت داتا گنج بخش - لاہور

طابع \_\_\_\_\_ مشور آفٹ پریس، میکلوڈ روڈ - کراچی

ناشر \_\_\_\_\_ دین پبلشنگ کمپنی، بندر روڈ، کراچی

تعداد \_\_\_\_\_ دو ہزار (۲۰۰۰)

قیمت \_\_\_\_\_

محلہ کاپتہ

مدایت پبلشنگ کمپنی

بندر روڈ — کراچی — پاکستان



# فہرست مضامین حصہ پنجم اردو ترجمہ فہرست اول مکتوبات شریفیہ آریانی

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۲۹	در جمع اور توجہ کے درمیان فرق اور اول کی دوسرے پر تفصیلت -	۲۵	مکتوب نمبر ۲۶۹ دشمنان دین کو ذلیل و خوار رکھنے اور ان بد بختوں کے باطل الموں کو دیران کرنے اور حقیر رکھنے کی ترغیب میں اور اپنے لیے اس امر عظیم کی آرزو کرنے کے بیان میں -
۳۱	آیہ کریمہ: هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَدَمًا رَمِيتَ الْاَمْرُ اور اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَیِّکُوْنَکَ الْاَمْرُ کے مراد ہی معنی -	۲۶	مکتوب نمبر ۲۷۰ اس بیان میں کہ بعض مجتہدین غلو تکیزی سے افضل ہوتی ہیں -
۳۳	ایک وجود کے تأمین پر الزام و اعتراض اور دوہنی کے متعلق سوال و جواب -	۲۷	مکتوب نمبر ۲۷۱ ایک واقعہ کے استفسار کے حل میں -
۳۴	شیخ اکبر نے فرمایا ہے کہ خاتم النبوت بعض علوم خاتم الاولیاء سے اخذ کرتا ہے - اور اس کی توجیہ کا بیان	۲۸	مکتوب نمبر ۲۷۲ ایمان غیب کے بیان میں - اور غیب کا بیان - اور ایمان شہودی اور ایمان بالغیب کی تفصیلت کے بیان میں -
۳۵	حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کو بھی پہلے توحید وجودی کے راستے سے سیر واقع ہوئی تھی اور اس کے علوم سے آپ نے حصہ وافر اٹھایا لیکن جب عنایت خداوندی الخ	۲۹	اور توحید شہودی اور وجودی کا بیان اور اس بیان میں کہ سب سے پہلے جس نے توحید وجودی کی تصریح کی ہے وہ صاحب فتوحات ہے - اس سے پہلے مشائخ کی عبادت توحید وجودی کا صرف احتمال رکھتی ہیں - اور حصول فنا میں توحید شہودی و کار ہے نہ کہ توحید وجودی -
۳۶	بعض صوفیہ وجود کی تصریح کر آحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی کمالات نبوت کے حصول کے بعد شہود وحدت در کثرت کے مقام میں تھے اور آیہ کریمہ: وَاِنَّا اَعْطٰیْکَ الْکُوْثَرَ سے اس پر دلیل لانا -		
۳۷	حضرت خواجہ بزرگ (خواجہ نقشبند) کا قول کہ جو کچھ دیکھا گیا یا سنا گیا یا جانا گیا سب		

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۳۱	کلام لفظی اور نفسی کی تحقیق اور ہر ایک کا اللہ تعالیٰ کا کلام ہونا اور اس کے منکر کا کفر۔	۳۷	غیر حق تعالیٰ ہے۔ نیز آپ کا یہ قول مبارک کہ خدا کی معرفت ہواء الدین پر حرام ہے۔ اگر اس کی ابتداء بائزید کی اتھانہ ہو۔ اور آپ کا اس قول کا بیان کہ ہم ضایت کو بدایت میں درج کرتے ہیں۔
۳۲	جاننا چاہیے کہ ممکنات کے لیے جو وجوہ ثابت کرتے ہیں وہ ممکن کی باقی صفات کی طرح ایک کمزور اور ضعیف وجود ہے۔	۳۸	وہ جماعت جو تنزیہ صرف پر ایمان نہیں رکھتی اور شاہدہ سفل کے سوا کسی اور امر کے قائل ہیں، محمدین میں سے ہیں۔
۳۳	انبیاء کرام علیہم السلام بہت سے احکام میں عوام کی طرح زندگی گزارتے ہیں۔	۳۹	صوفیہ کی پُر غرور باتوں سے فتنہ میں نہ پڑ جانا۔
۳۴	منقول ہے کہ حضرت فرید گنج شکر رحمۃ اللہ کا ایک فرزند فوت ہو گیا تو آپ نے فرمایا۔ سگ بچہ مر گیا ہے۔ اور جب سید بشر علیہ الصلوٰۃ والسلام کا صاحبزادہ فوت ہوا تو آپ اس کی وفات پر روتے ہوئے الخ	۴۰	یہ جماعت اگر غلبہ حال کے باعث معذور قرار پائے۔ لیکن ہمارے ساتھ جو مقلدین ہیں مسائل کی جانے لگا۔
۳۵	انبیاء کرام علیہم السلام کا ایمان اور صحابہ اور ان اولیاء کا ایمان جو صحابہ سے ملحق ہیں شہود کے بعد غیبت میں قرار پذیر ہوا۔	۴۱	علماء مجتہدین کی تقلید کرنی چاہیے اور صوفیہ جو کچھ مجتہدین کی را کے خلاف لکھتے ہیں، اس کی تقلید نہیں کرنی چاہیے۔ اور حسن ظن کے تحت صوفیہ کے حق میں زبان طعن بھی نہیں کھولنی چاہیے۔
۳۶	علمائے آخرت کا ایمان اگر ایمان بالغیب ہے۔ لیکن اس غیب نے انبیاء کرام کی مقابلت کے نور کے باعث حدس کا حکم پیدا کر لیا ہے۔ اور عام مومنین کے ایمان بالغیب کی اقسام میں سے بہترین قسم وہ ہے جو تقلید انبیاء سے مربوط ہے۔	۴۲	ان مدعوں کا رد جو اسی دنیا میں رویت بصری کے قائل ہیں۔ اور حق تعالیٰ کے ساتھ کلام و مکالمہ کا دعویٰ کرتے ہیں۔
۳۷	سوال :- علماء کرام نے فرمایا ہے کہ تقلیدی ایمان سے استدلالی ایمان بہتر ہے اور اس کا جواب الخ	۴۳	علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ آنسور علیہ السلام نے شب معراج اللہ تعالیٰ کو دیکھا یا نہیں؟



صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۵۲	کرمین نہ تو یہ کام کرتا ہوں اور نہ اس کا انکار کرتا ہوں۔ اور اس کی مراد کا بیان۔ مکتوب نمبر ۲۶۴	۴۷	اس صاحب استدلال پرافسوس جس کا ایمان صرف استدلال سے حاصل ہوا اور تقلید انبیاء نہ کرے۔ مکتوب نمبر ۲۶۳
۵۳	بلند ہمت بننے اور سفلی شہوات کی طرف توجہ نہ کرنے کے بیان میں جو کثرت کے آئینوں سے متعلق رکھتے ہیں۔ مولانا احمد برکی رحمہ اللہ تہائی کی مدح و ثناء۔ مکتوب نمبر ۲۶۵	۴۸	اس بیان میں کہ سائل کو اپنے شیخ مقتدا کے طریقہ کا پابند ہونا چاہیے۔ اور دوسرے مشائخ کی طرف توجہ نہ کرنی چاہیے۔ اور اگر واقعات اس کے خلاف رونما ہوں تو ان کا کچھ اعتبار نہ کرنا چاہیے۔
۵۴	استفسار کے جواب اور علوم دینیہ سیکھنے اور احکام فقہیہ کی اشاعت کی ترغیب میں۔ اپنے اور دوستوں کے احوال سے واقف نہ ہونے سے رنجیدہ نہ ہوں۔ اسے بے حاصلی کی دلیل نہ قرار دیں۔	۴۹	اس بات کا جواب کہ کچھ دوستوں نے دیکھا کہ آنسور علیہ الصلوٰۃ والسلام مولود خونی سے بہت خوش ہیں۔
۵۵	اس راہ میں قدم اول یہ ہے کہ اللہ کے سوا کچھ نہ دیکھے۔ اور اسی حالت کو فنا سے تعبیر کرتے ہیں۔ مکتوب نمبر ۲۶۶	۵۰	اس مضمون سے متعلق سوال و جواب۔ اور شیطان کے آنسور علیہ السلام کی صورت میں متمثل نہ ہو سکنے کا بیان۔
۵۶	حکمت اور متشابہات قرآن کے بیان میں اور علماء راسخین اور ان کے کمالات کا بیان۔ کتاب کائب اور علامہ متشابہات میں اور حکمت اس کا چھلکا ہیں۔ صرف چھلکے کا علم حاصل کرنے والے علماء چھلکے پر خوش ہیں	۵۱	ایک روز حضور سید بشر علیہ السلام مجلس میں تشریف فرما تھے، قریش مکہ کے سردار بھی وہاں حاضر تھے۔ آپ نے ان کے سامنے سورۃ والہم تلاءت فرمائی۔ مخالفت طریقہ سے منع فرمانا وہ مخالفت خواہ سماع و رقص کی صورت میں ہو خواہ مولود اور شعر خوانی کی شکل میں۔ کیونکہ مطلب خاص ایک وصول ان امور کے ترک کرنے سے ہو گا۔ خواجہ بزرگ حضرت خواجہ نقشبند کا قول

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۶۵	قلب کی سلامتی اس وقت میسر آتی ہے کہ اس میں حق کا سوا کسی شے کا گزند نہ رہے۔ خدا اگر ہزار سال بھی زندگی و فاکر سے انہو اس دولت عظمیٰ تک پہنچنے کے لیے سب سے قریب طریقہ۔ طریقہ نقش بندیرہ ہے کیونکہ ان بزرگوں نے انہو	۵۷	اور اسی پر اکتفاء کیے بیٹھے ہیں۔ خام صوفی اس بات کے ور پے ہیں کہ اپنی گروں کو شریعت کی رسی سے نکال لیں۔ اور آیۃ وَاَجْعَلْ لَّكَ حَتْفًا يَّاتِيكَ الْيَقِيْنِ کا معنی۔ عارفین معذریوں کی نسبت عبادت کے زیادہ محتاج ہیں۔ علماء ظاہر نے شریعت کے قشر چھلکے، پر کفایت کی ہے۔ مگر راغبین نے پھلکے کو مغز کے ساتھ جمع کر لیا ہے۔
۶۶	حدیث فان المیت کا لغزینی یقظہ دعوت	۶۰	ایک مدت تک یہ فقیر مشاہدات کے علم کو اللہ تعالیٰ کے پیر کو تاتھا۔ آخر کار حضرت حق تعالیٰ نے اپنے فضل حص سے ان کی تادیل فرما
۶۷	مکتوب نمبر ۲۶۹	۶۱	مکتوب نمبر ۲۷۷
۶۸	مکتوب نمبر ۲۸۰	۶۲	علم الیقین، عین الیقین، اور حق الیقین کے معنی میں۔
۶۹	اس بیان میں کہ اس گروہ اولیاء اللہ کی محبت سرمایہ مساوت ہے۔ اور جس کو اس نعمت سے مشرف فرمانا چاہیں اسے سب کچھ دیں گے بشرطیکہ وہ استقامت دکھائے	۶۳	علم الیقین کی تفسیر۔ خواجہ عبید اللہ کا قول کہ سیر و قسم ہے۔ سیر مستطیل اور سیر مستدیر عین الیقین اور حق الیقین کی تفسیر۔
	مکتوب نمبر ۲۸۱	۶۴	تجلی صوری اور حق الیقین کے درمیان فرق۔
	سلسلہ نقش بندیرہ کے ساتھ منسلک ہونے کی نعمت کے شکر کے بیان میں۔ نیز اس بیان میں کہ اس طریقہ میں اتباع کی وجہ سے کمالات نبوت کے راستے سے عروج کی طرف لے جاتے ہیں۔ اور جو اس طریقہ میں واقعات اور خوابوں پر اعتماد کرتا ہے۔		مکتوب نمبر ۲۷۸
			اس بیان میں کہ ہر شخص پر درستی عقائد اور بر تقاضائے شریعت کے بعد غیر حق سے دل کی سلامتی لازم ہے۔ اور طریقہ نقش بندیرہ کی مدح و ثنا۔ اور مردوں کی المدا کی ترغیب میں



صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۴۳	مکان کے دائرہ سے باہر نکل گئے۔ اور ازل وابد کو آن واحد میں پایا۔ مکتوب نمبر ۲۸۲	۴۹	اور نئی نئی باتوں کا اختراع کرتا ہے۔ وہ غائب خامس ہے۔ اس فقیر کے نزدیک اس راہ میں ایک قدم ترقی کرنا۔ دوسرے راستوں میں سات قدم ترقی کرنے سے بھی بہتر ہے۔ مکتوب نمبر ۲۸۲
۴۴	اس بیان میں کہ احوال و موجد عالم امر کا حصہ ہیں۔ اور ان احوال کا علم عالم خلق میں سے ہے۔ حقیقت معاملہ وہ بات ہے جو موجد زادہ کلاں کی طرف لکھے گئے مکتوب میں بیان فرمائی ہے۔ جاننا چاہیے کہ انسان کا ظاہر عالم خلق سے مربک ہے اور اس کا باطن عالم امر سے۔ مکتوب نمبر ۲۸۵	۵۰	حضرت ایساں اور حضرت خضر علیہما السلام کی ملاقات کے بیان میں اور اس امر کے بیان میں کہ دونوں حضرات روحانیوں میں سے ہیں اور اب احکام شرعیہ کے مکلف نہیں ہیں۔ قلب مدار امام شافعی کے مذہب پر ہوتا ہے۔
۴۵	سماع، وجد اور رقص کے احکام اور بعض ان معارف کے بیان میں جو روح سے تعلق رکھتے ہیں۔ وہ جماعت جس کے احوال بدلتے رہتے ہیں، سماع اور وجدان کے لیے نافع ہے۔ تجلیات ذاتیہ واسطے سماع اور وجد کے محتاج نہیں۔ ہاں منتہی حضرات کی ایک قسم ایسی ہے کہ استمرار وقت کے باوجود سماع انہیں نفع دیتا ہے۔ سوال و جواب۔ اور آنحضرت علیہ السلام کے ارشاد مبارک <b>لِیَ مَعَ اللّٰهِ وَقَدْ اِنْجَی</b> کا معنی۔	۵۱	کمالات ولایت کو فخر شافعی سے موافقت ہے اور کمالات نبوت کو فقہ حنفی سے۔ فصول ستہ میں خواجہ محمد پارسا کا قول کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزول کے بعد امام ابو حنیفہ کے مذہب کے مطابق عمل کریں گے۔ مکتوب نمبر ۲۸۳ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے شب سماع میں خدا تعالیٰ کا دیدار کرنے کے بیان میں اور اس بیان میں کہ یہ رویت دنیا میں واقع نہیں ہوئی، بلکہ آخرت میں واقع ہوئی۔ آنحضرت علیہ السلام شب معراج زمانہ

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
	کا عالم ارواح سے ہونا اور عالم ارواح کا عالم جہنمات سے اوپر ہونا۔ روح کی نسبت تمام مکانات کے ساتھ برابر ہے۔	۷۶	سوال و جواب اور حدیث قرۃ عینی فی الصلوۃ کا بیان۔
۸۱	جاننا چاہیے کہ روح اس جہان کی نسبت اگرچہ بے چون ہے، لیکن بے چون حقیقی کی نسبت چوں میں داخل ہے تو روح گویا عالم چوں اور حق تعالیٰ کے درمیان برزخ ہے۔	۷۷	حدیث اقرب ما یکون العبد من الرب فی الصلوۃ۔
۸۲	مطلوب حقیقی کو تمام جہانوں، مراتب اسماء اور علی واصلی اور کوئی والی شیونات سے ماوراء میں تلاش کرنا چاہیے۔	۷۸	دوام۔ وقت کا انکار نارسانی کی علامت ہے۔
۸۳	دوام وصل اور استمرار وقت اس شخص کے لیے مسلم ہے جو بعد از النہ۔	۷۹	اس طرح کا کامل مکمل نہایت ہی نادر الوجود ہے۔
۸۴	مکتوب نمبر ۲۸۶	۸۰	بہت صدیوں اور دراز زمانوں کے بعد بھی اگر ایسا شیخ کامل مکمل ظہور فرمائے تو نہایت جاننا چاہیے۔ ایک عالم اس سے منور اور روشن ہو گا النہ۔
	اہل سنت و جماعت کی درست آراء کے مطابق کتاب و سنت سے افذکر وہ اعتقاد صحیح کے بیان میں۔	۸۱	بتندی کے لیے سماع اور وجد مضر اور عروج کے متافی ہے، اگرچہ شرائط کے مطابق ہو۔
۸۵	اس جماعت کا رد جس نے کتاب و سنت سے اہل سنت کے معتقدات کے خلاف سمجھا ہے اور اہل حق کے کشف کے خلاف معلوم کیا ہے۔	۸۲	مختصر یہ کہ سماع صرف متوسط لوگوں کو منتہی حضرات میں سے ایک خاص قسم کے لیے نفع مند ہے۔
۸۶	اگر بعض علماء حقیقت اعتقاد کے باوجود فروعات میں مہانت کے مرکب ہوں تو انہیں دیکھ کر سب علماء کا انکار کرنا اور سب کو ملن طعن کا نشانہ بنانا صریح بے انصافی ہے	۸۳	سماع اور رقص کی اگرچہ بعض منتہی حضرات کو ضرورت ہوتی ہے۔ لیکن یہ لوگ النہ۔
		۸۴	اس بات کے مرادوی معنی کا بیان کہ سیر فی اللہ کے لیے نہایت نہیں۔ اور اس سیر کی بے نہایتی کا معنی یہ ہے النہ
		۸۵	فوق العرش تشریف کا بیان اور اس کشوف



صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۸۸	نیز جس طرح کتاب وسنت کے موجب اعتقاد ضروری ہے۔ اس کے مقتضی کے مطابق کتاب وسنت سے آئمہ مجتہدین کے بیان کردہ معانی کے مطابق عمل کرنا بھی ضروری ہے۔	۸۵	بالآخر موصوفیہ کے مقدمات بھی وہی ہیں جو علماء اہل حق کے مقدمات ہیں، ہاں بعض موصوفیہ کو دورانِ راہ الخ
۸۷	مقلد کو اس امر کی اجازت نہیں کہ مجتہد کی رائے کے خلاف کتاب وسنت سے براہ راست احکام اخذ کرے اور اس پر عمل پیرا ہو عمل میں قول مختار کو اختیار کرے۔	۸۶	اس طائفہ کی مخالف حق باتوں سے ایک بات وحدت وجود کا حکم ہے۔ اور احاطہ اور قرب اور معیت ذاتی کا قول ہے اور خارج میں وجودِ نامد کے ساتھ وجودِ صفات کا انکار ہے۔
۸۸	حتی الامکان مجتہدین کے اقوال کو جمع کرنے کی کوشش کریں۔	۸۷	ان مخالف باتوں میں سے ایک اور بات یہ ہے کہ بعض امور پر ایسا حکم لگانا جو ایجابِ واجب کو مستلزم ہیں۔
۸۹	ان دو اعتقاد و عمل کے پڑنے کے حاصل ہونے کے قرب ایزدی کے مدارج کے عروج کی طرف متوجہ ہو۔ لیکن یہ بات ذہن میں رہنی چاہیے کہ ان منازل کا قطع کرنا راہِ داں راہِ بین رہنا شیخ کامل مکمل کی توجہ کے ساتھ واجب ہے۔	۸۸	اور ان کے مخالف حکموں میں سے ایک حکم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قادر ہے بایں معنی ان شاء فعل دان لم یشاء لم یفعل۔
۹۰	شیخ الاسلام ہرودی کا قول الہی وہ کیا چیز ہے جو تولد نے اپنے دوستوں کو عطا کر دی ہے جس نے ان کو پہچانا اس نے تجھے شناخت کر لیا۔ اور جب تک تجھے شناخت نہیں کیا انہیں شناخت نہیں کر سکتا۔	۸۹	یہ لوگ پہلے قضیہ شریطہ کو واجب الصدق جانتے ہیں اور دوسرے کو ممتنع الصدق۔
۹۱	کارکنانِ قضا و قدر اگر محض فضل ایزدی کے کسی کو شیخ کامل مکمل کی خدمت میں پہنچا دیں تو چاہیے کہ وہ اپنا اختیار بالکلیۃ اس	۹۰	اور ان مخالف امور میں سے مسئلہ قضا و قدر میں ان کی تحقیق ہے جس کے ظاہر سے ایجاب لازم آتا ہے۔ اس طرح کی مخالف باتیں بہت سی ہیں۔ مثلاً رویت کا عدم امکان تسلیم کرنا۔
			کالمین کے ارواح کو قدیم جاننا۔ پس مالک کو چاہیے کہ حقیقت کا ترک پہنچنے سے قبل اپنے کشف کی مخالفت کے باوجود علماء اہل حق کی تقلید کو ضروری جانے۔

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
	مقام ہذیر سے تعلق رکھتے ہیں۔		میں گم کر دے۔
۹۳	جاننا چاہیے کہ ناتمام سلوک والے مجذوب اگرچہ جذب قوی رکھتے ہیں۔	۸۹	اور اگر اس قسم کے شیخ کی طاقات سے مشرف نہ ہو۔
۹۶	ایک بزرگ فرماتے ہیں جو میرے نزدیک ہے وہ درحقیقت دور ہے۔ اور جو دور ہے وہ نزدیک ہے۔	۹۰	انسان حرام سے اس وقت تک نہیں بچ سکتا جب تک فضول مبامات سے اجتناب نہ کرے۔
۹۷	حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ کا قول کہ ہم اتمام کو ابتداء میں درج کرتے ہیں۔		اس امر کا بیان کہ ترقی اور عروج و درع سے وابستہ ہے۔ اس کی تفصیل یوں ہے کہ اعمال کے دو جز ہیں۔ اور امر کو بجالانا اور نہی سے بچنا اور اس سے متعلق سوال و جواب۔
	دور کے لیے بدن سے تعلق گیر ہونے سے قبل مقصود کی طرف ایک طرح توجہ حاصل ہوتی ہے۔ اس سلسلہ کے اکابر الخ	۹۱	تاخیر کی اس جماعت کا مد جس نے اس طریقہ میں نئی باتیں نکال لی ہیں اور سماع رقص اور وجد اختیار کر لیا ہے۔
۹۸	معرفت۔ ادب اب تلو بہ مجذوب جب مقام نیکن میں قرار پذیر ہوتے ہیں الخ	۹۲	مکتوب نمبر ۲۸۷
۹۹	اور شیخ کامل کو جب مقام قلب میں نیچے لاتے ہیں تو وہ برزخیت کی وجہ سے عالم کے ساتھ مناسبت پیدا کرتا ہے۔		جذبہ اور سلوک کے بیان میں نثران معارف کے بیان میں جو ان دو مقام سے مناسبت رکھتے ہیں۔
۱۰۰	مشائخ نے کہا ہے کہ حجت ہذیر کے حصول میں شیخ مقتدا واسطہ نہیں بنتا۔ لیکن حجت سلوک میں شیخ مقتدا کا واسطہ درکار ہے۔		اس جماعت کی مذمت جنہیں جو کچھ داتے ہیں میسر آجائے اسی پر اکتفاء کر لیتے ہیں۔ اور اسے ہی اپنا مقصد قرار دے لیتے ہیں اور اسی کے حصول کے ساتھ اپنے آپ کو کامل اور منتہی گمان کرتے ہیں اور بے چوں کو چھوڑ کر چوں سے آرام پکڑتے ہیں۔
	شیخ مقتدا کو مناسب نہیں کہ اس قسم کے مجذوب متکبر کو افادہ عام کی اجازت دے اور پیری کے مقام میں بٹھائے۔		مقصد اول ان معارف کے بیان میں جو
۱۰۱	شیخ مقتدا کیلئے افادہ طالب کے وقت	۹۳	



صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
	سے مراتب فوق سے کسی مرتبہ میں انہ		جناب حتی میں التماس اور مضبوطی کو قصاصنا مذکور
۱۰۷	مرقت - سلوک کئی قسم ہے - بعض کو جذبہ سے پہلے ہوتا ہے - اور بعض کے لیے سلوک پر جذبہ مقدم ہوتا ہے - معرفت بعض مشائخ نے فرمایا ہے کہ تجلی ذاتی شعور کو دود کرتی ہے اور جو اس کو معطل اور بے کار کر دیتی ہے - انہ	۱۰۱	مقصود ثانی اس بیان میں جو سلوک سے تعلق رکھتا ہے - حتی سبحانہ کا فیض و قسم ہے ایک ایجاد اور ابتداء اور اس طرح کے امور سے تعلق رکھتا ہے - دوسرا ایمان اور معرفت سے -
۱۰۹	مرقت - مشائخ کرام حدیث لی مع اللہ وقت میں دو گروہ ہیں -	۱۰۲	نوع اقل کا فیض صفات کے واسطے ہوتا ہے - اور بس، اور نوع ثانی کا فیض بعض کو صفات کے واسطے سے اور بعض کو شیونات کے واسطے سے - صفات اور شیونات کے درمیان فرق نہایت ہی دقیق ہے - جو اولیاء اللہ میں سے بھی کسی کسی پر ظاہر ہوتا ہے -
۱۱۰	صفات والے منتہی حضرت علوم و معارف میں مجذوبوں کے نزدیک ہیں -	۱۰۳	باجملہ صفات خاص میں وجود و زائد کے ساتھ موجود ہیں - اور شیونات ذات میں مجرد اعتبار کا نام ہے -
۱۱۱	بعض کے اس قول میں تردد اور شک کا اظہار کہ اقطاب کے لیے تجلی صفات ہے اور افراد کے لیے تجلی ذات -	۱۰۴	اصل کے رجوع کے جواز اور عدم جواز کے اختلاف کا بیان - اور اس باب میں حق بات کا بیان -
۱۱۲	إِنَّ اللَّهَ خَلَقَ آدَمَ عَلَى صُورَتِهِ (حدیث) کا بیان - اور صفات روح کا بیان - عرش عظمت اور فراخی کے باوجود جو نہ کم کافی ہے اس واسطے کہ روح کے سامنے ذاتی کے دانے بلکہ اس سے بھی کم تر کا حکم رکھتا ہے - اگر بعض مشائخ کی عبارتوں میں ایسا لفظ واقع ہو جو حق تعالیٰ کی شان کے لیے ظرفیت یا مخروطیت کا وہم ڈالے تو اسے میدان عبارت میں تنگی پر محمول کرنا چاہیے -	۱۰۵	خساکے بعد مالک کے وجود کے اثر کے زوال میں اختلاف اور اس بارے میں امر حق کا بیان -
۱۱۳	عالم چاہے صغیر ہو چاہے کبیر سب اسماء اور صفات الہیہ کا مظہر ہے -	۱۰۷	معرفت - اگر مالک راہ سلوک غیر متعارف

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۱۲۰	مکتوب نمبر ۲۸۹ تقضا و قدر کے اسرار کے بیان میں اور جبر و اختیار کے مسئلہ کی تحقیق۔ اور بندوں کے افعال اختیار یہ میں اقوال مختلفہ کا بیان اور وحدت عبد کی تاثیر اور معتزلہ اور جبر یہ کے مذہب کا رد اور اس باب میں احقاق حق جمیت اور تقلید کے لائق صرف علماء کے اقوال ہیں۔ باقی رہے صوفیہ کے اقوال تو جو اقوال علماء کے موافق ہیں۔ مقبول ہیں۔ اور غیر موافق غیر مقبول ہیں۔	۱۱۳	عالم کے اسماء اور صفات کے لیے نظم ہونے سے مراد۔ آنحضرت علیہ السلام کے کامل تابعانوں کے لیے بواسطہ پیروی آنحضرت علیہ السلام اس تجلی ذات سے جو بلا صلتہ حضور کا خاصہ ہے، بھی حصہ ملتا ہے۔
۱۲۷	مکتوب نمبر ۲۸۸ نماز نوافل کو باجماعت ادا کرنے سے روکنے کے بیان میں جیسے نماز عاشوراء شب اور شب براءہ وغیرہ۔	۱۱۵	اس زمانے میں اکثر لوگ ادائے نوافل کا اہتمام کرتے ہیں۔ اور فرائض کی ادائیگی میں سستی نوافل کو عزت والا جاننے میں اور فرائض کو بے وقت۔
۱۲۸	مکتوب نمبر ۲۹۰ اس طریقہ کے بیان میں جس سے حق تعالیٰ نے حضرت مجدد قدس سرہ کو اہل میں مخصوص فرمایا تھا۔ اور طریقہ نقش بندہ کے بیان میں اور نہایت کعبدایت میں صحت ہونے کے بیان میں۔ اور اس حضور کا بیان جو ان کے نزدیک لائق اعتبار ہے۔ نیز ان بزرگوں کے بعض احوال اذواق اور جذبات کا بیان۔	۱۱۸	علماء حنفیہ اگرچہ اصول میں مطلق کو مطلق ہی رہنے دیتے ہیں۔ لیکن روایات فقیہہ میں مطلق کا مقید پر عمل کرنا جائز، بلکہ ضروری جانتے ہیں حرام کو مباح جاننا کفر تک لے جاتا ہے اور مکروہ کو اچھا جاننا اس سے ایک مرتبہ کم بڑا ہے۔
۱۲۹	اسے برادر اس درویش کو جب اس راہ کی	۱۱۹	لفظ تداوی کے معنی کی تحقیق جو بعض روایات میں نوافل کی جماعت کی کراہت کی شرط قرار دیا گیا ہے۔



صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
	اہل سنت کا اعتقاد، سنت مصطفویہ کی پیروی اور بدعت سے اجتناب اور عزیمت پر عمل اور رخصت پر عمل کرنے سے احتراز اور اولاجہت جذبہ میں فنا اور مضمحل ہونا ہے۔		ہوس پیدا ہوئی تو عنایت خداوندی اس کی باوی کار بنی اور ولایت پناہ حقیقت آگاہ کی خدمت میں پہنچا دیا۔
۱۳۳	ان حضرات کی اصطلاح میں عدم اور وجود عدم اور وجود فنا کا بیان۔	۱۳۹	اپنے پیرومرشد کی خدمت میں رہ کر حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کی اس راستے کو طے کرنے کی تفصیل۔ اور تفصیل سے نسبت نقش بندہ کو حاصل کرنا۔
	حضرت خواجہ بزرگ قدس سرہ کا قول کہ وجود عدم وجود بشریت کے ساتھ خود کر آتا ہے۔ لیکن وجود فنا وجود بشریت کے ساتھ ہرگز نمود نہیں کرتا۔	۱۴۰	اس درویش کو یہ ناورد الوجود نسبت تعلیم ذکر کے ابتدائی زمانہ میں دو ماہ اور چند روز کے بعد حاصل ہو گئی تھی۔
	وجود عدم والا اگر پرہز راہ میں ہے۔ لیکن نہایت سے بھی آگاہ اور واقف ہے۔		پوری تفصیل سے فنا اور بقا کے ان احوال کا ذکر جو اس نسبت کے طاری ہونے کے بعد حاصل ہوئے۔
۱۳۵	مشائخ کے نزدیک فنا، بقا، تجلی ذاتی اور شہود ذاتی کا اطلاق۔	۱۴۱	فصوص کی عبارت کران شئت قلت اند ای العالم حق دان شئت قلت اند خلق۔
	اسی قبیلہ سے ہے فنا، بقا، تجلی ذاتی، شہود ذاتی اور وصل اور یادداشت جو کتب فقرات حضرت خواجہ احرار میں واقع ہے۔		اپنے احوال کا بیان یعنی صحو کی طرف لانا۔ اور حیرت کی طرف لے جانا۔
	نیز اسی قبیلہ سے ہے رسالہ سلسلہ الاحرار جو خواجہ احرار کے کلام کے طریقہ پر ہے اور رباعیات مشرہ بھی جو ہمارے خواجہ محمد باقی باللہ قدس سرہ فرماتے ہیں۔	۱۴۲	اس وقت مجھے بتایا گیا کہ یہ مشہود اس صفت اور اس تنزیہ کے ساتھ ذات حق ہے اس جماعت کا رد جو حضرت مجدد رضی اللہ عنہ کو توحید وجودی کا منکر جانتی ہے۔
۱۳۶	حضرت خواجہ احرار کے ساتھ بعض مخصوص اصطلاحات کا بیان۔	۱۴۳	جب حضرت خواجہ قدس سرہ نے مجھے کامل کمال بیان کر تعلیم طریقہ کی اجازت فرمائی تو
	حضرت خواجہ احرار کا قول کہ بعض اکابر کی	۱۴۴	جاننا چاہیے کہ ان حضرات کے طریقہ کا حاصل



صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۱۳۲	بعد ایمان حقیقی کے حصول، مقام دعوت اور آنحضرت علیہ السلام کی کمال متابعت کا بیان ان بزرگوں کا جذبہ دو قسم ہے۔ قسم اول جو حضرت صدیق اکبر سے پہنچی ہے۔ اور وہ وہ جو جس کا مبداء و مآب اس طریقہ میں حضرت خواجہ نقشبند ہیں۔	۱۳۷	خدمت میں رہنے کی برکت سے مجھے دو باتیں عطا فرمائی گئیں ایک یہ کہ جس جو کچھ لکھتا ہوں وہ نیا ہوتا ہے۔ دوم یہ کہ وہ مقبول ہوتا ہے بعض کو اگر خدا تعالیٰ حصول جذبہ کے بعد سلوک سے مشرف فرمائیے تو جذبہ کی مدد سے پچاس ہزار برس کی مسافت کو تھوڑی سی مدت میں طے کر سکتا ہے۔
۱۳۳	وہ سلوک جو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے سلوک کے حصول کے بعد ہوتا ہے، دو قسم ہے بلکہ کئی قسم ہے۔	۱۳۸	میرا الی اللہ اور میری اللہ اور میں تابتہ کے معنی۔
۱۳۴	امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا قول: دل دنی ابوہکس مدایتین	۱۳۹	دوسرے سلسلوں کے واصلوں اور اس بزرگشا زادہ کے واصلوں کے درمیان فرق اور مضمون سابق سے متعلق ایک سوال و جواب شہود یا تو صورت کے آئینہ میں ہوتا ہے یا معنی کے آئینہ میں یا ان دونوں کے ماوراء اور اس بے پردہ شہود کو برقی کہا ہے نسبت کے معنی اور اس کے نہایت مراتب کا بیان اور اس طریقہ کے نتائج کے ساتھ اس کی خصوصیت کا اعتبار۔
۱۳۵	حضرت علی رضی اللہ عنہ کے باب دین بخنے کی وجہ اور حضرت صدیق کا خلعت کی قابلیت پیدا کرنا	۱۴۰	شیخ ابو سعید اپنے استاد سے دریافت کرتے ہیں کہ کیا یہ حالت دائمی ہوتی ہے استغناء نفی میں جواب دیتا ہے۔ شیخ کا پھر دریافت کرنا اور یہی جواب ملتا۔
۱۳۶	لو کنت معقذا اخیلا لا اتخذت ابابکر خلیلا حضرت امام جعفر نے اس نسبت مرکب کا اس کے اہل یعنی خواجہ عبدالخالق مجدوانی تک پہنچنا۔	۱۴۱	اس بات کا بیان کہ نہایت مطلق و بلا لفظ اور جہت کبریٰ، مقام معرفت، کفر حقیقی کے
۱۳۷	پھر اس نسبت کا حضرت خواجہ نقشبند کے وقت تصور فرمانا اور ان کے خلفاء تک پہنچنا نسبت فردیت کی اقسام کی تفصیل۔ اور اس بات کا بیان کہ قطبیت کی نسبت حضرت بنید کو حضرت شیخ سری سقطی سے حاصل ہوئی اور فردیت کی نسبت شیخ محمد قصاب سے۔		



صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
	انکار سے پناہ پکڑتا ہے۔ لیکن جانتا ہے کہ اس معرفت سے اوپر ایک دوسری معرفت بھی ہے۔	۱۴۸	خواجہ قشب بندقس سرہ کے خلفاء کے بعد اس خاندان کا چرخ حضرت خواجہ احمد ہیں۔
۱۵۱	منشا سوم۔ اپنے مشہود میں مکمل طور پر خدا اور اضلال کا پیدا کرنا ہے۔ اس قسم کی توحید کی تفصیل اور اس توحید والوں کے احوال کا بیان۔ اور ایک مثال سے اس کی وضاحت اور اس مثال سے متعلق سوال و جواب۔	۱۴۹	تفائر جہتیں کی وجہ سے حضرت خواجہ احمد کے علوم میں تفاوت کا بیان۔
۱۵۲	شیخ الاسلام ہروی فرماتے ہیں جو شخص مجھے حق سبحانہ سے غافل کرے۔ اللہ اس کے گناہوں کو بخشے۔		حضرت خواجہ احمد رحمۃ اللہ علیہ نے ایک نسبت اپنی والدہ ماجدہ کے آباء و اجداد کی طرف سے بھی حاصل کی ہے۔ اور بارہ قطبوں کے مقام سے بھی آپ کو وافر حصہ ملا ہے۔
۱۵۳	توحید کی یہ تیسری قسم اقسام توحید سے اعلیٰ قسم ہے۔		ان بزرگوں کے بعد ہندوستان میں اس طریقے کے احیاء کا ظہور ارشاد پناہی حضرت محمد باقی رحمۃ اللہ علیہ سے ہوا ہے۔
	توحید کی اس قسم اخیر کا منشا اس حقیقہ کو کشف و ذوق سے اس وقت تک معلوم نہ ہونا آنگہ وہی میں اپنے پیر بزرگوار کے مزار مبارک کی زیارت کی خاطر وہاں سے گزرنے کا اتفاق ہوا تو عید کے روز مزار شریف کی طرف توجہ کے دوران پیر و مرشد کی روحانیت کی طرف سے پوری توجہ ظاہر ہوئی اور اپنی خاص نسبت مرحمت فرمائی۔		مکتوب نمبر ۲۹۱
۱۵۵	شیخ عبدالحق نقل کرتے ہیں کہ ہمارے حضرت خواجہ نے رحلت سے صرف چند روز		توحید و جودی اور شہودی کے مراتب اور ان سے متعلقہ معارف کے بیان میں۔
		۱۵۰	توحید و جودی کے منشا اول کا بیان اور یہ منشا مراقبات توحید کی مہارت ہے۔ اس قسم کا ظہور جیلے اور تخیل کے بعد غلبہ خیال کے واسطے سے ہے۔ اس توحید والا باب احوال میں سے نہیں ہے۔
			منشا دوم کا بیان جو انجذاب اور محبت قلبی کا نام ہے۔ اس کی ابتداء افکار اور مراقبات کے اشتغال سے کی ہے اور یہ قسم احوال میں سے ہے۔ اور یہ علت تخیل سے پاک ہے۔
		۱۵۱	اس مکتوب کا کاتب اس معرفت والوں کے

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۱۶۱	دوسرے مشائخ سے فیض پہنچ رہا ہے۔ بعض مریدین کیلئے اس امر کی گنجائش ہے کہ الہامی امور میں اپنے پیر کے خلاف کرے	۱۵۶	پہلے فرمایا کہ ہمیں یقین سے معلوم ہوا ہے کہ۔ توحید (وجودی) تنگ کپڑے ہے شاہراہ کچھ اور ہے۔ مذہب نقش بند یہ کے مقام تک پہنچنے کے بعد خواجہ بزرگ اور خواجہ احرار کا طریقہ نگ جو جاتا ہے۔
۱۶۲	کہا گیا ہے کہ الشیخ یحییٰ دہبیت احیاء اور امانت پیری کے مقام کے لوازمات سے ہے۔ لیکن مراد احیاء و امانت رومی ہے نہ جسمی۔	۱۵۷	مکتوب نمبر ۲۹۲ مریدوں کے ضروری آداب اور ان کے رفع شبہ کے بیان میں۔
۱۶۳	مکتوب نمبر ۲۹۳ حدیث ال مع اللہ وقت سے متعلق سوال جواب کے بیان میں۔ نیز قول حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ قد ہی ھذا علیٰ رقبۃ کل ولی اللہ کی تحقیق اور اس کے قول سے مراد۔	۱۵۸	اس راہ کے ساگ یا مرید ہوتے ہیں یا مراد۔ اگر مراد ہوتے ہیں تو انہیں آنجناب کے راستے سے کشاں کشاں لے جائیں گے۔ اور اگر مرید ہوتے ہیں تو پیر کامل کے بغیر ان کا کام بننا دشوار ہے۔ ایسا پیر چاہیے جو دولت جذبہ وسلوک الفخ۔
۱۶۴	حضرت شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہ کے مریدین کی ایک جماعت شیخ کے بائے بہت غلو سے کام لیتی ہے اور انہیں تمام اولیا گزشتہ اور آیندہ سے افضل قرار دیتی ہے اور انبیاء کے سوا معلوم نہیں کہ کسی ولی کو شیخ سے افضل تسلیم کرتے ہیں، یہ ان کے محبت میں افراط کے باعث ہے۔	۱۵۹	اگر کسی طالب کو اس طرح کا پیر بتا دیا جائے تو اس کے وجود کو نفیٹ جانے اور اپنے آپ کو مکمل طور پر اس کے حوالے کر دے۔ پیر کے آداب اور شرائط ضروریہ کا بیان اپنے پیر سے کرامات اور خوارق کا مطالبہ نہ کرے اگرچہ یہ مطالبہ خواہ دو سادس کی شکل میں ہی ہو۔
۱۶۵	اس سے متعلق سوال و جواب اور اس امر کا بیان کہ کثرت سے ظہور کرامت افضلیت کی دلیل نہیں۔	۱۶۰	مرید کو جو فیض و فتوح بھی پہنچے اسے اپنے پیر کے توسط سے جانے اگرچہ واقع میں دیکھے کہ



صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۱۶۱	حضرت محمد علیہ السلام کا شہود تعینات کے پر رہنے کے بغیر ہے۔ اور دوسروں کا شہود تعینات کے پر وہ میں ہے۔	۱۶۷	فروع اول علوم مہارت الہی میں اور فروع ثانی مخلوقات کی صورتوں کا کشف اور کیفیات متعلق خبریں ہیں۔
۱۶۸	ذات کی تجلی حضرت محمد علیہ السلام کا خاصہ ہے۔ دوسروں کی تجلی پر وہ صفات میں ہے حضور کے سوا دوسرے انبیاء اور اولیاء امت کے شہود سے متعلق سوال و جواب۔	۱۶۹	اہل معرفت کی فراست اور اہل بیاضت کی فراست کے متعلق شیخ الاسلام ہرودی کے قول کا بیان۔
۱۶۹	دوسرے انبیاء شہود کا بیان۔ اور ان دو شہود کا علی سبیل الترقی حصول۔ اور ان کا ایک ساتھ حاصل نہ ہونا۔	۱۷۰	مکتوب نمبر ۲۹۳
۱۷۰	جان اور آگاہ ہو کر ذات حق تعالیٰ کی طرف ایک راستہ تحقیق الحقائق سے ہے۔ اور دوسرا راستہ باقی حقائق کلیات سے۔	۱۷۱	ان مہارت کے بیان میں جو صفات ثنائیہ واجب تعالیٰ سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور انبیاء اور تمام مخلوق کے مبادی تعینات کی تحقیق اور جزئی کا کل سے لاحق ہونا۔ اور ایک کی جزئی کا دوسری کی طرف منتقل ہونے کا عدم حجاز اور شہود و تجلی انبیاء و اولیاء کے درمیان فرق۔ اور انبیاء کے واسطے سے کل تبیین کے لیے وصل عریان کے حصول کے بیان میں نیز لفظ محو و انحصار کی تحقیق کے بیان میں۔
۱۷۱	سوال۔ صفت الحیاء کے تعین کے راہ میں عامل ہونے کے باوجود حقیقت الحقائق کا وصل عریان کیسے ہو سکتا ہے۔ اور اس کا تجلی ذات کیوں نام رکھتے ہیں۔ اور اس کا جواب۔	۱۷۲	صفات ثنائیہ حقیقہ واجب الوجود تین قسم ہیں۔
۱۷۲	محو و انحصار کی تحقیق کہ آیا نفی ہے یا عینی۔ اور اس جماعت کا رد جو اسے قیامت کبریٰ خیال کرتی ہے۔	۱۷۳	ایک قسم وہ ہے جس کا زیادہ تعلق عالم سے ہے۔ دوسری قسم وہ ہے جس کا تعلق کمال سے ہے۔ مگر پہلی قسم سے کمتر۔ تیسری قسم سب سے اعلیٰ قسم ہے۔ جس کا عالم سے کچھ تعلق نہیں۔
۱۷۳	سوال۔ تو نے بعض رسالوں میں کہا ہے فنا اخفی ولایت محمدی سے مخصوص ہے اس کا کیا مطلب ہے۔ اور تحقیق ما تقدم سے اس کا	۱۷۴	کسی کے زیر قدم ہونے سے مراد جس طرح کھتے ہیں، غفل محمد کے زیر قدم ہے۔

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
	جواب - میں یعنی نظر بر قدم، ہوش در دم، سفر در وطن اور غلویت در انجمن -	۱۴۳	سوال - تیرا اعتقاد تو یہ ہے کہ کمالات سے جو کچھ نبی کو حاصل ہوتا ہے۔ اس کے کامل پیر و کاروں کو بھی اس سے حصہ ملتا ہے۔ تو پھر وصل عریان سے بھی اس کو حصہ حاصل ہوگا۔ حالانکہ وہ نبی درمیان میں حاصل ہے۔ نبی کے وصل عریان کے درمیان حاصل ہونے کا جواب -
۱۴۶	نظر بر قدم کے چار معانی کا بیان - اور ہوش در دم اور سفر در وطن کے معنی کا بیان - غلویت در انجمن کے معنی کا بیان - اور اس امر کا بیان کہ بعض اوقات تفرقہ ظاہر سے چارہ نہیں -	۱۴۵	جاننا چاہیے کہ اصالت اور تبعیت انبیاء ماتقدم اور اس امت کے کامل پیر و کاروں کے درمیان انبیاء کی افضلیت کا موجب ہے اگرچہ متبعین پر وصل عریان کا اطلاق درست ہے اور متبعوں پر درست نہیں -
۱۴۹	مکتوب نمبر ۲۹۴ حق قبل و علا کی صفات کی بساطت کے بیان میں - اور ان کے اشیاء کے ساتھ تعلق کے تعدد کی نفی کے بیان میں - اور اس بیان میں کہ یہ معرفت عقل کی رسانی سے برتر ہے - اور اب معقول اس معنی کو جائز نہیں رکھتے - اور غلویتات میں اس کی مثال کا بیان - اور اس سے متعلق سوال و جواب -		سوال - یہ بات طے شدہ ہے کہ جمال کی پیدائش سے مقصود حضرت خاتم الرسل کی ذات ہے - اور تو نے کہا ہے کہ وصول کی دولت تمام باقی انبیاء علیہم السلام کو بھی بطریق اصالت حاصل ہے نہ کہ بطریق تبعیت - اس کی کیا وجہ ہے - اس کا جواب -
۱۸۱	مکتوب نمبر ۲۹۵ حق تعالیٰ کے احاطے اور سر بیان کی تحقیق کے بیان میں اور مثالوں سے اس کی توضیح اور مراتب و جوبی و امکافی کے ..... حفظ رعایت کے بیان میں -	۱۴۶	سوال - کیا مراتب عروج میں مرتبہ صفت الحیوۃ سے بھی کاملین کو حصہ ملتا ہے یا نہیں؟ اس کا اثبات میں جواب - اور اس سے متعلق ایک دوسرا سوال و جواب -
۱۸۳	مکتوب نمبر ۲۹۸ بطریق اشارہ و عبارت لطیف نہایت کار تک وصول کے بیان میں - اور اس حکم کے راز پر مخدوم زادہ کلاں (خواجہ محمد صادق) کے سوا	۴	مکتوب نمبر ۲۹۹ طریقہ نقشبندیہ کے اصول مقررہ کے بیان



صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۱۸۲	کوئی مطلع نہیں ہوا۔ مکتوب نمبر ۲۹۹	۱۸۳	حیبت پر اعتماد مجددی، میر کی تلقین معاذ بقضا اور مرگ طاحون کی فضیلت کے بیان میں اور اس بیان میں کہ طاعون سے بھاگنا گناہ کبیرہ ہے جس طرح کفار سے جنگ کے دن صفت قتال سے بھاگنا
۱۸۴	حاصل نہیں ہوتے۔ البتہ ولایت کا زبدۂ اور خلاصہ بطریق احسن میسر آ جاتا ہے۔	۱۸۵	مکتوب نمبر ۳۰۰ رمز و اشارہ کی صورت میں اسرار غامضہ اور معارف غریبہ کے بیان میں اور مقام ثواب قوسین کی طرف اشارہ۔
۱۸۹	کمالات نبوت کا حصول اللہ تعالیٰ کی بخشش عطا اور اس کی کرم نوازی سے وابستہ ہے۔ بخلاف ولایت کے کمالات کے کہ ان کے مبادی کسب سے تعلق رکھتے ہیں۔ اگرچہ نفس ولایت وہی شے ہے۔	۱۸۶	مکتوب نمبر ۳۰۱ قرب نبوت اور قرب ولایت کے بیان میں نیز ان راستوں کے بیان میں جو ضرور قرب تک لے جاتے ہیں۔
۱۹۰	حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعثت سے قبل اور بعثت کے بعد ریاضات و مجاہدات کے اغراض کا بیان۔	۱۸۷	پس حضور علیہ السلام کے سرور کاروں کو بعثت خاتم الرسل کے بعد تعینت اور وراثت کے طور پر کمالات نبوت کا حصول آپ کی غایت کے متافی نہیں۔
۱۹۱	جاننا چاہیے کہ انبیاء کرام کے حق میں یہ عطا بلوا واسطہ ہے اور اصحاب کو بلواسطہ انبیاء کرام حاصل ہوتی ہے۔	۱۸۸	کمالات نبوت تک پہنچانے والے راستے دو ہیں۔ ایک راہ دور دراز ہے۔ البتہ دوسرا شاہراہ اور وصول کے زیادہ قریب ہے۔
۱۹۲	میرا گمان ہے کہ یہ دولت کیا رہا تابعین اور تابع تابعین پر پرتو ڈالنے کے بعد رد و پوشش ہو گئی۔ تاکہ نوبت الفت ثانی تک پہنچی۔	۱۸۹	جاننا چاہیے کہ دوسرے راستہ سے وصول کے بعد اگرچہ مقامات ولایت کے کمالات مفصل
۱۹۳	مکتوب نمبر ۳۰۲ ولایت سے گناہ، یعنی ولایت اولیاء و انبیاء اور ملکہ اعلیٰ کے درمیان وجہ فرق کے بیان میں۔ اور اس بیان میں کہ نبوت ولایت سے افضل ہے اور بعض ان خاص معارف کے بیان میں جو نبوت سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور دلالت قرب الہی سے عبارت ہے۔	۱۹۰	وصول اور حصول کے درمیان فرق۔ اور

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۱۹۸	مکتوب نمبر ۳۰۴ ان اعمال صالحہ کے بیان میں جن کے ساتھ اکثر آیات قرآن میں دخول بہشت کا وعدہ وابستہ کیا گیا ہے۔ اور ادائے شکر اور نماز کے بعض معانی اور اسرار کے بیان میں	۱۹۲	بنوت میں بھی اصل ولایت سے چارہ نہیں۔
۱۹۹	اعمال صالحہ سے مراد اسلام کے پانچ ارکان ہیں جن پر اسلام کی بنا ہے۔ تجکیر اولیٰ کس اسرار، تجکیات انتقال، رکوع اور سجدت کی تسبیح اور دونوں سلام اور اس تسبیح و تحمید و تجکیر و تہلیل کے اسرار کا بیان جس کا فرض نماز کے بعد سو بار پڑھنا معمول ہے۔	۱۹۳	راہ: جتنا اور راہ: اہل بیت کے درمیان وجہ فرق اور حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ کا قول کہ ہم لوگ فضلی ہیں۔
۲۰۱	مکتوب نمبر ۳۰۵ اسرار نماز کے بیان میں اور مبتدی اور منتہی کی نماز کے درمیان فرق۔	۱۹۴	مقام ولایت میں ہاتھ دینا اور آخرت سے دھونے پر تھے ہیں۔ اس امر کا بیان کہ کلمات بنوت کے مرتبہ میں گرفتاری آخرت اور اس کا درد اور آخرت کے حالات یاد کر کے گریہ اور نالہ اچھی چیز ہے۔ لیکن توسط احوال میں مقام فنا کے اندر دنیا اور آخرت سے فیضان میسر آتا ہے۔
۲۰۲	عارف کاریابی عمل مرید کے اخلاص والے عمل سے بہتر ہے۔ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ پیغمبر علیہ السلام کے سہو کو اپنے عہد سے بہتر جانتے ہوئے حضور علیہ السلام کے سہو کی آرزو کرتے ہیں۔	۱۹۵	بہشت کی نعمتوں کو دنیا کی نعمتوں سے کچھ مناسبت نہیں۔ اور بہشت کے درخت تسبیح کا نتیجہ ہیں۔
	کبھی ایسا ہوتا ہے کہ منتہی نماز کی وقت قرأت قرآن مجید کے دوران اپنے آپ کو شجر موسوی کی طرح پاتا ہے۔ اور کبھی یوں پاتا ہے کہ اس کا باطن اس کے ظاہر سے	۱۹۶	اس امر کا بیان کہ جس طرح تنزیہی کلمات کو کلمہ سبحان اللہ میں حروف اصوات کے لباس میں روپوش کیا گیا ہے۔ بہشت میں ان کلمات کو درخت کی صورت میں ظاہر فرمائیں گے۔
	مکتوب نمبر ۳۰۶ کلمات اذان کے معانی کے بیان میں۔		

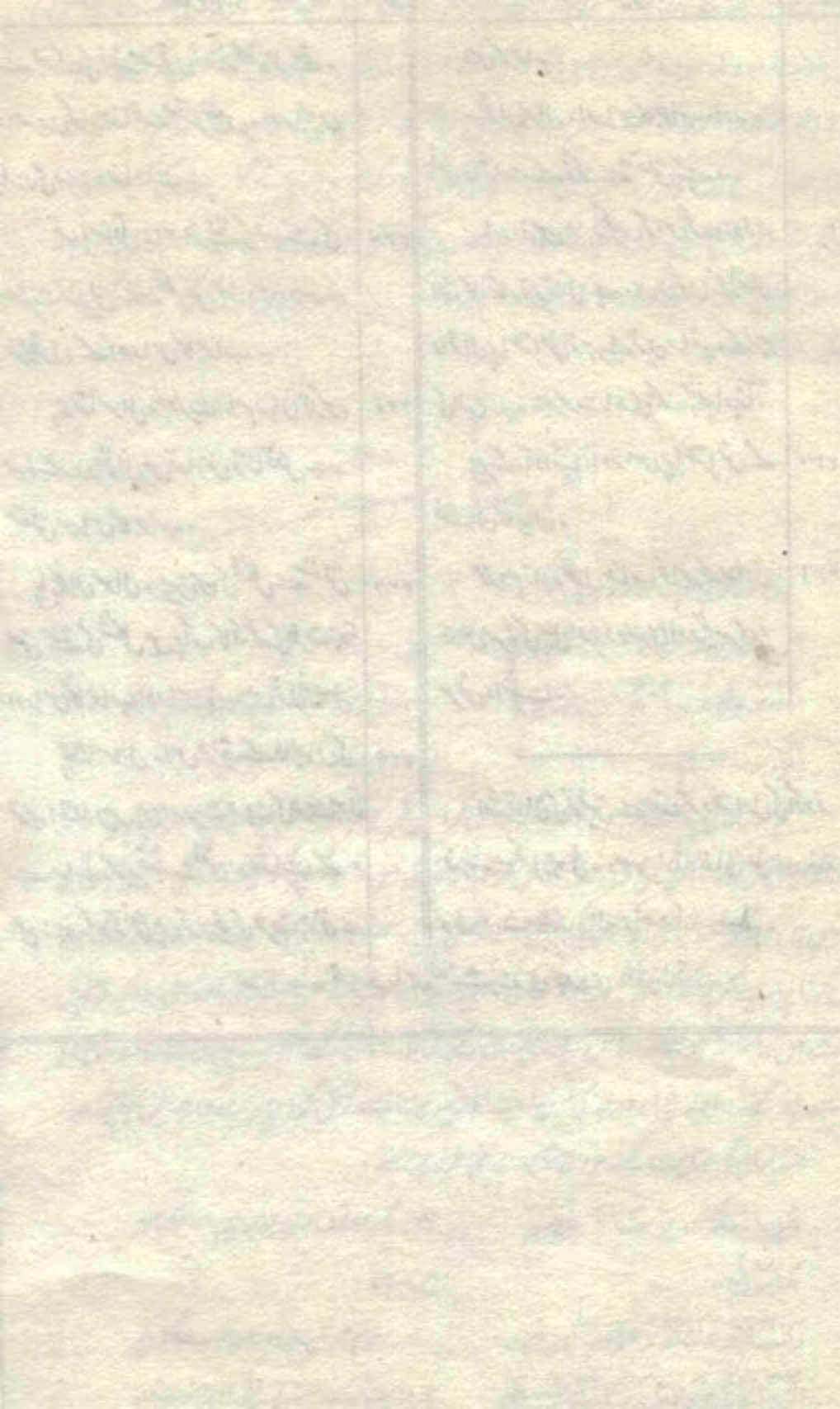


صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۲۰۷	حدیث سبحان اللہ و بسمحمد عند خلقہ و رضا نفسہ و زنتہ عرضہ و ہدایہ کلماتہ سے متعلق سوال و جواب -	۲۰۶	الگ ہو کر عالم غیب سے لائق ہو چکا ہے - مکتوب نمبر ۳۰۶
۲۰۸	حدیث کلمات خفیفگان علی اللسان ثقیلتان فی المیزان حیبتان الی الرحمن سبحان اللہ و بسمحمد سبحان اللہ العظیم کے معنی کا بیان		مخدوم زادہ کلاں اور مخدوم زادگان محمد فرخ اور محمد عیسیٰ کے بعض مناقب کے بیان میں اور ارباب ولایت کی فنا کا بیان - اور اس امر کا بیان کہ قرب نبوت میں اس فنا کی کچھ حاجت نہیں -
۲۰۹	مکتوب نمبر ۳۰۸ حدیث کلمات خفیفگان علی اللسان ثقیلتان فی المیزان حیبتان الی الرحمن سبحان اللہ العظیم کے معنی کا بیان		فنا یعنی ماسوا سے نیاں کے مقصود کا بیان - اور ماسوائے حق تعالیٰ کے نیاں کی نسبت سے طریق ولایت و نبوت کا فرق -
	رات اور دن کے محاسبہ کے بیان میں -		ایک وقت میں ماسوائے حق کے علم کے حق جل و علا کے علم کے ساتھ جمع ہونے کے متعلق سوال و جواب اور اقل کے علم حصول اور دوسرے کے علم حضوری کے مشابہ ہونے کا بیان -
۲۱۰	اس طریق محاسبہ کا بیان جسے مشائخ کی ایک جماعت نے اختیار کیا ہے اور اس طریق محاسبہ کے بیان میں جسے حضرت مجدد رضی اللہ عنہ نے اختیار فرمایا ہے اور حضرت کے طریقہ کی دوسروں پر فضیلت کا بیان -		مکتوب نمبر ۳۰۷ کلمہ طیبہ سبحان اللہ و بسمحمد کے معنی کا بیان -
۲۱۱	مکتوب نمبر ۳۱۰ انسان کی جامعیت اور بعض ان اسرار غامضہ کے بیان میں جو اس مقام سے تعلق رکھتے ہیں - اور انسان کے خلیقہ بننے کا راز اور زنا و قدر اور بحسبہ فرقوں کا رد -		عبادت بلکہ تمام عالم میں حسن و کمال کی جنس سے جو کچھ پایا جاتا ہے - وہ جناب قدس خداوندی کی طرف لٹتا ہے اور عبادت میں کوتاہی بلکہ سارے عالم میں شر و نقص کی جنس سے جو کچھ پایا جاتا ہے - وہ ففس اور طائرہ کمالات کی لوثا ہے -
۲۱۲	متشابہات قرآنی کا تاویل پر محمول ہونا اور علماء و اسخنین کو اس علم سے حصہ عطا ہونا		

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۲۱۸	امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول سے مراد کہ اگر کوئی حدیث میرے قول کے خلاف پاؤ تو میرے قول کو ترک کر دو۔	۲۱۳	اور رسولوں کو اس علم غیب پر مطلع کرنا جو ذات سبحانہ کے ساتھ خاص ہے۔ اور صفات کے حق جل و علا کے عین ہونے کا رد ویسا کہ شیخ اور ہر دو کاروں نے کیا ہے۔
۲۲۰	اگر یہ کہیں کہ علمائے خفیہ نے جواز اشارہ کا فتویٰ بھی دیا ہے۔ تو میں اس کا جواب دینا چاہتا ہوں کہ جب جواز اور عدم جواز میں تضاد ہو تو امام ابن ہمام کے قول کا بیان کرنا مستلزم نہیں ہے۔	۲۱۵	رمز و اشارہ کے طور پر اسرار غامض اور حقائق ناوردہ کے بیان میں۔ یہ اسرار حروف مقطعات قرآنی سے تعلق رکھتے ہیں اور علمائے راہبیں کو بھی ان کی تاویل سے مطلع کیا گیا ہے۔
۲۲۱	مکتوب نمبر ۳۱۳	۲۱۴	مکتوب نمبر ۳۱۲
۲۲۲	خواجہ محمد ہاشم کے سات سوالات کا حل اور پیر کے آداب کی رعایت کا بیان۔ اور حضرت مجدد قدس سرہ کا اس فرمان کا کہ اس دفتر اول کے اسی مکتوب پر ختم کریں کہ یہ رسولوں کے عدو اور اہل بدر کی تعداد کے موافق ہے۔	۲۱۸	ان سوالات کے جواب میں جو میر نعمان نے اٹھائے تھے۔ اور اشارہ سبابہ کی تحقیق اور اس مسئلہ کا بیان جو اس باب میں خفیہ کا مختار ہے۔
۲۲۳	اصحاب کرام کی فناء و بقا سے متعلق سوال اول اور اس کا جواب۔	۲۱۹	مدینہ پاک میں روضہ مبارکہ کی زمین افضل ہے یا مکہ منورہ اس کے متعلق سوال و جواب۔
۲۲۴	دوسرا سوال حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ریاضات و مجاہدات سے متعلق اور اس طریقہ نقش بندیر میں التزام سنت کے باوجود ان ریاضات و مجاہدات سے منع کرنا اور اس کا جواب۔	۲۲۰	تشہد میں اشارہ سبابہ کے جواز کے متعلق سوال و جواب۔
۲۲۵	اصحاب کرام علیہم الرضوان محبت کی برکت	۲۲۱	صل و حرمت کے اثبات میں مقلد کا علم معتبر نہیں۔ بلکہ اس باب میں ظن مجتہد معتبر ہے۔
		۲۲۲	کیفیت اشارہ میں اختلاف روایات کا بیان اور نفس اشارہ میں اضطراب کا اثبات۔
		۲۲۳	تعلیق اور جمع بین روایات سے متعلق سوال و جواب۔



صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۲۲۰	اس کا جواب - ساتواں سوال - اور اس کا جواب - اور یہ نفی و اثبات کے ذکر سے متعلق ہے -	۲۲۶	تیسرا سوال - اس طریقے کی نسبت کی حضرت صدیق سے تحقیق بخلاف دوسرے طریقوں کے اور اس کا جواب -
۲۲۰	یہ بات ذہن میں رکھیں کہ اس گروہ اولیاء اللہ کا انکار زیر قائل ہے - ان بزرگوں کے افعال واقوال پر اعتراض نہ کرنا سناپ کے زہر کی طرح ہے - جو موت ابدی تک پہنچا دیتا ہے پیر کے آداب، اور اس پر اعتراض کے نقصان کا بیان -	۲۲۷	چوتھا سوال - حضرت امام ربانی قدس سرہ کے واقوال میں تضاد و تناقض سے متعلق اور اس کا جواب -
۲۲۱	مخدوم زادہ گل خان صاحب خواجہ محمد صادق قدس سرہ کی پہلی اور دوسری اور تیسری، عرض داشت -	۲۲۸	پانچواں سوال - پیراہن کی شکل سے متعلق یعنی حلقے کی شکل میں چاک کا آگے کی طرف ہونا اور اس کا جواب اور اس باب میں قول فیصل -
		۲۲۹	چھٹا سوال - اس طریقے کے طالبوں کی توجہ ابتداء میں ہی احدیت صرف کی طرف ہوتی ہے - چاہے کہ یہ نسبت نفی و اثبات کے جمع نہ ہو - کیونکہ نفی میں توجہ غیر کی طرف ہوتی ہے
	اللہ تعالیٰ کی توفیق سے حصہ پنجم دفتر اول کی اردو فہرست مکمل ہوئی - وصلى الله تعالى على خير خلقه و نور عن شہد عہد و آلہ واصحابہ وسلم - مترجم محمد سعید احمد نقشبندی مجددی غفرلہ -		





بِسْمِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

مُحَمَّدًا وَصَلَّى عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ

اردو ترجمہ مکتوبات و فتراول حصہ پنجم

## مکتوب نمبر ۲۶۹

مر تظلی علی خاں کی طرف صادر فرمایا :-

دینی دشمنوں کی اہانت کرنے اور ان بیوقوفوں اور بد بختوں کے مجھوٹے خداؤں کی توہین و تحریب پر ترغیب دینے اور اس عظیم مرتبہ کام کے لیے اپنی امتنا ظاہر کرنے اور اس کے مناسب بیان میں۔

اللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰی عِبَادِكَ  
الَّذِينَ اصْطَفٰی  
اللہ کی حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام۔

ہر شخص کے دل میں کسی نہ کسی امر کی تمنا ضرور ہوا کرتی ہے۔ لیکن اس فقیر کی تمنا یہی ہے کہ خدائے تعالیٰ اور اس کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دشمنوں کے ساتھ سختی کی جائے۔ اور ان بد بختوں کی اہانت کی جائے۔ اور ان کے مجھوٹے خداؤں کو ذلیل و خوار کیا جائے۔ یہ فقیر یقیناً جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس عمل سے زیادہ پسندیدہ اور محبوب اور کوئی عمل نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بار بار آپ کو اس عمل پسندیدہ کے لیے ترغیب دیتا ہے۔ اور اس کام کا بجالانا نہایت ضروری سمجھتا ہے۔ چونکہ آپ بذات خود وہاں تشریف لے گئے ہیں۔ اور اس گندے مقام اور وہاں کے رہنے والوں کی تحقیر و اہانت کے لیے مقرر ہوئے ہیں۔ اس لیے اس نعمت کا شکر ادا کرنا چاہیے۔ کیونکہ بہت لوگ اس مقام اور وہاں کے رہنے والوں کی تعظیم و توقیر کے لیے وہاں جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کا احسان ہے کہ اُس نے ہم کو اس بلا میں مبتلا نہ کیا۔ اس نعمت عظمیٰ

کے شکر ادا کرنے کے بعد ان بد بختوں اور ان کے جھوٹے خداؤں کی تحقیر اور توہین میں بہت کوشش کرنی چاہیے۔ اور ظاہر و باطن میں جس قدر ہو سکے ان لوگوں کی بربادی میں کوشش کرنی چاہیے اور اس تراشیدہ و ناتراشیدہ بت کی ہر طرح اہانت کرنی چاہیے۔ امید ہے کہ بعض مستیوں جو آپ سے وقوع میں آئی ہیں۔ اس عمل سے ان کی تلافی اور کفارہ ہو جائے گا۔ بدن کی کمزوری اور سردی کی شدت مانع ہیں۔ ورنہ فقیر خود حاضر خدمت ہو کر اس امر کی ترغیب دیتا۔ اور اس تقریب سے اس پتھر پر تفت ڈالتا۔ اور اس کو اپنی سعادت کا سرمایہ جانتا۔ اس سے زیادہ کیا مبالغہ کیا جائے۔ والسلام

## مکتوب نمبر ۲۷

شیخ نور محمد کی طرف سے موصول فرمایا :-

اس بیان میں کہ بعض محبتیں گوشہ نشینی سے افضل ہیں۔

الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلَىٰ عِبَادِهِ

اللہ تعالیٰ کی حمد اور اُس کے برگزیدہ بندوں

پر سلام۔

الَّذِينَ اصْطَفٰ

شیخ نور محمد آپ نے (ہم) دُور افتادوں کو اس طرح فراموش کیا ہے کہ سلام و پیام سے

بھی یاد نہیں کرتے۔ آپ کی ولی خواہش گوشہ نشینی کی تھی، سو آپ کو معسر ہو گئی۔ لیکن بعض ایسی

محبتیں ہیں، جو گوشہ نشینی اور تنہائی پر فضیلت رکھتی ہیں۔ حضرت اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ کے حال پر

قیاس کرنا چاہیے کہ چونکہ گوشہ نشینی اور تنہائی اختیار کر کے حضرت خیر البشر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی

محبت میں حاضر نہ ہو سکے۔ اس لیے محبت کے کمالات ان کے نصیب نہ ہوئے۔ اور تابعین

میں سے ہو گئے۔ اور پہلے درجہ کی فضیلت اور خیریت سے منہ کیل کر دوسرے درجہ میں جا پڑے۔

اللہ تعالیٰ کی عنایت سے ہر روزہ محبت نئی طرز پر ہے :

مِنْ اسْتَوٰی يَوْمَ مَآكَ فَهَوَ

جس کے دونوں دن برابر ہیں وہ نقصان

میں ہے۔

مُعْبُوۡنَ

وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَعَلٰی سَابِقِہِیۡنَ

اور سلام ہو آپ پر اور ان سب لوگوں پر

اَتَّبِعَ الْهُدٰی وَالْاٰثِمَ مَتَابِعَ الْمُصْطَفٰی

جو ہدایت کے راستے پر چلے اور حضرت محمد



عَلَيْهِ وَعَلَىٰ آلِهِ الصَّلَاةُ  
وَالسَّلَامُ  
مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت  
کو لازم پکڑا۔

## مکتوب نمبر ۲۷۱

ایک واقعے کے استفسار کے حل میں شیخ حسن برکی کی طرف مباد فرمایا ہے :-  
اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ  
اللّٰہِیْنَ اَصْطَفٰہِ  
میرے معزز بھائی شیخ حسن دُعا اے تعالیٰ اُس کے حال کو اچھا کرے اور اُس کو کمال تک  
پہنچائے (کا مکتوب مرغوب پہنچا۔ وہ واقع جو آپ پر ظاہر ہوا تھا۔ اور آپ نے لکھا تھا اس کا  
حال واضح ہوا۔ آپ امیدوار رہیں۔ اور جو کچھ آپ کو امر کیا گیا ہے اس کے بجالانے میں جان  
کے ساتھ کوشش کریں اور احکام شرعیہ کے بجالانے سے سیر متجاوز نہ کریں۔ اور اہل سنت  
و جماعت کے عقائد حقہ کے ساتھ اپنے ظاہر و باطن کو راستہ دہ راستہ رکھیں و  
کار ایں استغیر ایں ہمہ بیتہ  
اصل کام یہی ہے باقی سب آہستہ آہستہ ہے۔

اگر آپ کے والدین پسند نہ کریں اور اخوند و استاد بھی راضی ہوں۔ تو ہندوستان کے سیر کو  
غیبت جائیں۔ والسلام

## مکتوب نمبر ۲۷۲

میر سید محمد حبیب اللہ مانچھوری کی طرف مباد فرمایا :

ایمان بالغیب اور ایمان شہودی۔ اور توحید شہودی اور توحید وجودی کے بیان میں  
اور اس بیان میں کفرنا کے حاصل ہونے میں جو درکار ہے وہ توحید شہودی ہے۔ توحید  
وجودی کچھ درکار نہیں۔ اعدان میں سے ہر ایک کے اقسام کے بیان میں اور اس بیان میں  
کہ ایمان غیب کو ایمان شہادت پر فضیلت ہے۔ اور اس بیان میں کہ اقل اول جس شخص نے

توحید و شہود کو ظاہر کیا ہے، فتوحاتِ مکہ والا ہے۔ اور گزشتہ رسالہ کی عبات میں اگرچہ

توحید و اتحاد کی خبر دیتی ہیں۔ لیکن توحید شہودی پر محمول ہیں۔ اور اس کے مناسبت میں

حمد و صلوة کے بعد سیادتِ پناہ برادر معزز میر حبیب اللہ کو واضح ہو کہ اُس واجب الوجود کی ذات

پاک اور اس کی تمام صفات کے ساتھ غیب سے ایمان لانا انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اُن کے

اصحاب رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور اُن اولیا کا جو کلی طور پر مخلوق کی طرف رخ کیے ہوئے ہیں

اور ان کی نسبت صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی سی نسبت ہے۔ اگرچہ قلیل بلکہ اقل ہے

اور علماء اور عامہ مومنین کا حصہ ہے۔ اور ایمان شہودی عامہ صوفیہ کا حصہ ہے۔ خواہ وہ ارباب

عزالت یعنی گوشہ نشین ہوں۔ خواہ ارباب عشرت یعنی لوگوں میں رہنے والے ہوں۔ کیونکہ ارباب

عشرت اگرچہ مرجوع ہیں۔ لیکن انہوں نے پورے طور پر رجوع نہیں کیا ہے۔ ان کا باطن اسی فوق

کی طرف مگراں ہے۔ یعنی ظاہر میں خلق کے ساتھ ہیں اور باطن میں حق جل شانہ کے ساتھ۔ اسی

لیجے ایمان شہودی ہر وقت ان کے نصیب ہے۔ اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام چونکہ کلی طور پر

مرجوع ہیں اور ظاہر و باطن میں خلق کو حق تعالیٰ کی طرف دعوت کرنے میں متوجہ ہیں۔ اس لیے ایمانی نصیب

ان کا حصہ ہے۔ اور اس فقیر نے اپنے بعض رسائل میں اس امر کی تحقیق کی ہے کہ باوجود رجوع کے

فوق کا مگراں رہنا نقصان اور انجامِ تک نہ پہنچنے کی علامت ہے۔ اور کلی طور پر رجوع کرنا نہایت

المنایت تک پہنچنے کی علامت ہے۔ صوفیہ نے کمال کو جمع بین التوجہین یعنی دونوں توجہوں کے جمع

ہونے میں جانا ہے۔ اور تشبیہ اور تنزیہ کے جامع کو کاملین میں سے سمجھا ہے۔ و

اَلْاِیْثَانُ سِدْرٌ مِّنْ جَنِّیْنِ یَارِب

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام جب مقامِ دعوت سے فارغ ہو جاتے ہیں۔ اور عالمِ بقا کی

طرف متوجہ ہوتے ہیں اور رجوع کی مصلحتِ کمال ہو جاتی ہے۔ تو بڑے شوق کے ساتھ اَللّٰہَ یُسَبِّحُ

اَزَعْلٰی کی ندا لگا کر کلی طور پر حق جل شانہ کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں۔ اور مراتبِ قرب میں نانوہاد کی حالت میں

آ جاتے ہیں۔

ہَیْثُ لَا رَیْبَ النَّعِیْمُ لَعِیْمُہَا

وَلِلْعَالِیِّیْنَ اَلْمُسْکِیْنِ مَا یَنْجَرُ

۱۔ یا اللہ وہ تو اُس طرح ہیں۔ اور میں اس طرح ہوں۔

۲۔ اربابِ نعمت کو نعمتیں گوارا ہوں اور بے چارے عاشقِ مسکین کے لیے وہی جو وہ درد و غم کے گھونٹ پی رہا



فقیر کے نزدیک کمال یہ ہے کہ عروج کے وقت کثرت بالکل نظر سے دور ہو جائے۔ حتیٰ کہ اسماء صفات بھی ملحوظ نہ ہوں اور احدیت مجروحہ کے سوا اور کچھ مشہور نہ ہو:

ثُمَّ عَوَّضَ مَعَهُ مَا عَوَّضَ مَعَهُ پھر اس کے ساتھ معاملہ کیا گیا جو کیا گیا۔

اور رجوع کے وقت نظر سب کی سب کثرت پر پڑے۔ اور عامہ مومنین کی طرح خلق کے سوا اور کوئی امر مشہور نہ ہو۔ اور طاعت کے ادا کرنے اور خلق کو حق تعالیٰ کی طرف دعوت کرنے کے سوا اُس کا کوئی کام نہ ہو۔ اور جب دعوت کے کام کو پورا کرے اور عالم غائی کو دواع کرے تو پورے طور پر جناب قدس کی طرف متوجہ ہو کر اپنا سامان غیب سے شہادت کی طرف لے جائے اور معاملہ گوش سے آغوش تک پہنچ جائے۔

ذَلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہتا

وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ہے دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔

کوئی ناقص پورے طور پر رجوع کرنے کو نقص خیال نہ کرے۔ اور توجہ باطن کو جو حق سبحانہ کی طرف ہوتی ہے۔ بہتر نہ جانے۔ کیونکہ صاحب رجوع اپنے

افتیاء کے ساتھ مقام رجوع میں نہیں آیا۔ بلکہ اُس نے حق تعالیٰ کی مراد کے موافق اعلیٰ سے اسفل کی طرف نزول کیا ہے۔ اور وصل سے بھر کے ساتھ قرار پکا ہے پس صاحب رجوع حق تعالیٰ کی مراد پر قائم اور اپنی مراد سے غافل ہے۔ اور صاحب توجہ وصل و مشہور کے ساتھ ملحوظ اور قرب معیت کے ساتھ خوش ہے۔

ہجرشے کہ بود مراد محبوب از وصل ہزار بار خوش تر

هَلْ لِي فِي الْوَصَالِ حُبٌّ لِنَفْسِي وَ فِي الْهَجْرَانِ مَوْنٌ لِمَوْلَانِ

وَسُغْلِي بِالْحَبِيبِ بِكُلِّ حَالٍ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ شُغْلِي بِحَسْبَانِ

رجوع کے فضائل و کمالات بے شمار ہیں۔ صاحب توجہ کو صاحب رجوع کے ساتھ وہ نسبت ہے جو قطرہ کو دریا سے ہے۔ یہ رجوع نبوت کے فضائل میں سے ہے اور وہ توجہ ولایت کے آثار سے۔ شَتَّانَ مَا بَيْنَهُمَا ان دونوں میں بڑا فرق ہے۔ لیکن ہر شخص کا نعم اس کمال

۱۵ وہ ہجر جو ہے محبوب اوصل سے ہزار بار بہتر ہے۔

۱۶ میں حالت وصال میں اپنے نفس کا غلام ہوتا ہوں اور ہجر میں اپنے مولیٰ کا۔ اور ہر حال میں

میرا اپنے حبیب کے ساتھ مشغول رہنا اپنے حال میں مشغول رہنے سے مجھے زیادہ پسند ہے۔

مک نہیں پہنچتا۔

ذَٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ  
وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ۔  
یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا  
ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔

تشبیہ اور تنزیہ کے جمع کرنے والوں میں سے بعض کہتے ہیں کہ تنزیہ کے ساتھ ایمان سب  
مومنوں کو حاصل ہے۔ عارف وہ ہے جو ایمان تشبیہ کو بھی اس کے ساتھ جمع کرے۔ اور خلق کو  
خالق کا ظہور دیکھے۔ اور کثرت کو وحدت کا لباس جانے۔ اور صانع کا صانع میں مطالعہ کرے۔  
غرض صرف تنزیہ کی طرف توجہ کارہنا ان کے نزدیک نقص ہے۔ اور کثرت کے ملاحظہ کے  
بغیر وحدت کا شاہد کرنا ان کے نزدیک سراسر عیب ہے۔ یہ لوگ احدیت صرف کی طرف متوجہ  
ہونے والوں کو ناقص خیال کرتے ہیں اور کثرت کے ملاحظہ کے بغیر وحدت کے ملاحظہ کرنے کو محدود  
و مقید خیال کرتے ہیں۔

مُبَٰحَّثَاتُ اللَّهِ وَرَحْمَتُهُ۔ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی دعوت تنزیہ صرف کی طرف ہے۔ اور  
تمام آسمانی کتابیں ایمان تنزیہی کو بیان کرتی ہیں۔  
انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام آفاق و انفسی خداؤں کی نفی کرتے ہیں۔ اور ان کے باطل ہونے  
کی دعوت فرماتے ہیں۔ اور اس واجب الوجود کی وحدت کی طرف جو بچوں و بچکون ہے رہنمائی  
کرتے ہیں۔ کبھی کسی نے نہیں سنا کہ کسی پیغمبر نے ایمان تشبیہی کی طرف دعوت کی ہو اور خلق کو  
خالق کا ظہور کہا ہو۔ تمام پیغمبر علیہم الصلوٰۃ والسلام واجب الوجود کی توحید کے کلمہ میں متفق ہیں۔  
اور حق تعالیٰ کے سوا تمام خداؤں کی نفی کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

قُلْ يَا هَذِهِ إِلَٰهَاتُكُمُ الَّتِي شِئْتُمْ لَكُمْ  
كَلِمَةً مِّمَّا بَيْنَ يَدَيْكُمْ  
أَلَا نَعْبُدُ إِلَّا اللَّهَ وَلَا  
نَشْرِكُ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ  
بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِّنْ دُونِ  
اللَّهِ ۚ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُولُوا اشْهَدُوا

اے اللہ کے رسول اہل کتاب سے کہو  
کہ اؤ ایک کلمہ کی طرف جو ہمارے اور  
تمہارے درمیان برابر ہے کہ ہم اللہ کے  
سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور نہ ہی کسی کو  
اس کے ساتھ شریک بنائیں۔ اور اللہ تعالیٰ  
کے سوا ہم میں سے کوئی کسی کو اپنا رب نہ

۱۔ سورہ اہل عمران، پارہ ملک الرسل۔



يَا نَاكَ مُسْلِمُونَ۔ ہمارے۔ پس اگر وہ مانیں تو کہہ دو کہ تم گمراہ ہو

(پ۔ ش) کہ ہم مسلمان ہیں۔

یہ لوگ بے شمار اسباب ثابت کرتے ہیں اور سب کو رب الارباب کا ظہور خیال کرتے ہیں اور کتاب و سنت کو جو اپنے مطالب کے لیے بطریق شہادت پیش کرتے ہیں۔ (کتاب) هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ۔ یعنی اول و آخر و ظاہر و باطن وہی ہے۔

وَمَا دَمِيَّتْ اِذْ رَمِيَتْ وَلَيْكِنْ اَللّٰهُ رَحِيٌّ۔ نہیں مارا تو نے جب کہ مارا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے مارا۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يَبَايِعُوْنَ اَللّٰهَ يَدُ اَللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ۔ جو تجھ سے بیعت کرتے ہیں وہ اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے۔ (پ۔ ش)

(سنت)

اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الْاَوَّلُ فَلَيْسَ قَبْلَكَ شَيْءٌ وَّ اَنْتَ الْاٰخِرُ فَلَيْسَ بَعْدَكَ شَيْءٌ وَّ اَنْتَ الظَّاهِرُ فَلَيْسَ فَوْقَكَ شَيْءٌ وَّ اَنْتَ الْبَاطِنُ فَلَيْسَ دُوْنَكَ شَيْءٌ۔ یا اللہ تو ہی اول ہے اور تیرے اول کوئی شے نہیں ہے۔ اور تو ہی آخر ہے تیرے بعد کوئی شے نہیں ہے۔ اور تو ہی ظاہر ہے، تیرے اوپر کوئی شے نہیں ہے۔ اور تو ہی باطن ہے، تیرے سوا کوئی شے نہیں ہے۔

اس میں کچھ شہادت نہیں ہے۔ کیونکہ ان عبارتوں میں کامل طور پر وجود و اسوا کے کمال کی نفی کا صر ہے نہ کہ اصل وجود کی نفی، جیسے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے:

لَا صَلَوةَ اِلَّا بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ نماز نہیں ہوتی مگر فاتحہ کتاب کے ساتھ

اور فرمایا:-

لَا اِيْمَانَ لِّمَنْ لَا اِمَانَةَ لَهُ۔ جو امانت دار نہیں اس کا ایمان نہیں۔

۱۷ سورہ حدید پارہ فی خطبکم۔ سورۃ الفال پارہ قال الملأ

۱۸ سورہ حج، پارہ تم۔ مسلم شریف و ابن ابی شیبہ و ابویعلیٰ وغیرہ۔

۱۹ بخاری و مسلم شریف وغیرہما۔ بیہقی شریف۔

کتاب و سنت میں اس قسم کی مثالیں بہت ہیں۔ یہ توجیہ نصوص کی تاویل نہیں ہے۔ جیسا کہ ان لوگوں نے گمان کیا ہے۔ بلکہ کمال بلاغت پر نصوص کو حمل کیا گیا ہے۔ اور عرف میں جب کسی شخص کے امر رسالت کو ضروری اور متمم بالشان ظاہر کرنا چاہتے ہیں۔ تو فرماتے ہیں کہ اس کا ہاتھ میرا ہاتھ ہے۔ اس سے مقصود حقیقت نہیں ہے بلکہ مجاز ہے جو حقیقت سے ابلغ ہے۔ اور جب فاعل سے جو کامل قدرت والے مالک کا غلام اور بندہ ہے۔ اس کے قدر و اندازہ سے بڑھ کر کوئی فضل صادر ہو۔ اور اس فعل میں اس مالک کا دور کی التفات و توجہ مد نظر ہو۔ تو اس وقت مالک کو لائق ہے کہ یہ کہہ دے کہ اس فعل کو میں نے ہی کیا ہے۔ یہ بات بھی نہ اتحاد فضل پر اور نہ اتحاد ذات پر دلالت کرتی ہے۔ حاشا وکلا کہ بندہ غلام کا فعل عین مالک متقدم کا فعل ہو۔ یا اُس کی ذات کا عین بن جائے ان لوگوں نے شاید انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام کے مذاق کو نہیں سمجھا۔ کیونکہ ان کی دعوت کا مدار، اثینیت یعنی دونی اور غیر کے وجود اور غیریت پر ہے۔ ان کی عبارتوں کو تو حید و اتحاد پر حمل کرنا بے ہودہ تکلف ہے۔ اگر حقیقت میں ایک ہی موجود ہوتا۔ اور اس کے سوا سب اس کے ظہور ہوتے۔ اور اس کے ماسوائے کی عبادت اسی کی عبادت ہوتی، جیسے کہ ان لوگوں نے گمان کیا ہے۔ تو پھر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام بالذہ اور تاکید کے ساتھ ان کی پرستش سے کیوں منع کرتے۔ اور ان کی پرستش پر دائمی عذاب کیوں مترتب کرتے۔ اور ان کے پُجاریوں کو خدا کا دشمن کیوں کہتے۔ جب تک ان لوگوں کو ان کی غلطی پر اطلاع نہ بخشیں عینیت کی دید جو بحالت سے ان میں پیدا ہو گئی ہے، دور نہیں ہوتی۔ اور نہ ہی ان کی عبادت کو حق تعالیٰ کے غیر کی عبادت جانتے ہیں۔

ان لوگوں میں سے بعض یہ کہتے ہیں کہ پیغمبروں نے عوام لوگوں کے قصور فہم کے باعث توحید و جودی کے اسرار کو پوشیدہ رکھا ہے اور اپنی دعوت کی بنا غیر و غیریت پر رکھی ہے۔ اور وحدت کو چھپا کر کثرت پر دلالت کی ہے۔

یہ بات شیعہ کے تقیہ کی طرح سننے کے قابل نہیں ہے۔ کیونکہ انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام جو کچھ کو واقعی اور نفس الامری ہے اس کی تبلیغ کے زیادہ مستحق اور حق دار ہیں۔ جب نفس الامر میں ایک ہی موجود ہو اور اس کا غیر کچھ موجود نہ ہو۔ تو مناسب نہیں کہ اس کو چھپا کر نفس الامر کے خلاف ظاہر کریں۔ خاص کردہ احکام جو واجب الوجود کی ذات و صفات و افعال کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں۔ ان کے اظہار اور اعلان کے وہ زیادہ حق دار ہیں۔ کوتاہ نظر خواہ ان کو سمجھیں یا نہ سمجھیں۔ کیا نہیں



دیکھتے کہ قرآن کی آیات متشابہات یا احادیث متشابہات جن کے سمجھنے سے عوام کی خواہش بھی عاجز ہیں۔ ان کے اظہار کرنے سے منع نہیں ہوئے۔ اور نہ ہی عوام کی غلطی اور کوتاہ فہمی ان کے کلمہ کی مانع ہوئی۔ یہ لوگ اس شخص کو جو دو وجود کا قائل ہے اور ماسوا کی عبادت سے بقتساب و پرہیز کرتا ہے، مشرک کہتے ہیں۔ اور اس شخص کو جو ایک وجود کا قائل ہے سو مد کہتے ہیں اگرچہ ہزار بت کی عبادت کرے اس خیال سے کہ یہ سب حق تعالیٰ کے نمودرات ہیں۔ اور ان کی عبادت حق تعالیٰ کی عبادت ہے۔ انصاف کرنا چاہیے کہ ان دونوں گروہوں میں سے مشرک کون ہے۔

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نے وحدت وجود کی طرف دعوت نہیں کی۔ اور نہ ہی دو وجود کہنے والے کو مشرک کہا ہے۔ بلکہ ان کی دعوت وحدت معبود کی طرف ہے۔ اور انہوں نے ماسوا کی عبادت کو مشرک کہا ہے۔

اگر صوفیہ وجودیہ ماسوا کو غیریت کے طریق پر نہ بھی جانیں، تو بھی مشرک کو دفع نہیں کر سکتے کیونکہ ماسوا، کو ماسوا ہی جانیں یا نہ جانیں۔ ان میں سے بعض متاخرین، عالم کو، حق تعالیٰ کا عین نہیں جانتے۔ اور عینیت سے کنارہ کرتے ہیں۔ اور عینیت کے قائلوں کو طعن و تشنیع کرتے ہیں۔ اور شیخ محمد الدین اور اس کے متبعین کے ساتھ انکار سے پیش آتے اور ان کو بُرائی سے یاد کرتے ہیں۔ ساتھ ہی یہ لوگ عالم کو حق تعالیٰ کا غیر بھی نہیں جانتے۔ بلکہ نہ ہی حق تعالیٰ کا عین اور نہ ہی حق تعالیٰ کا غیر جانتے ہیں۔ یہ بات بھی ثواب سے دُور ہے :

اَللّٰهُنَّ اَمَّا مَتَعَاذِ اللّٰہِ

دو چیزیں ایک دوسرے کی غیر ہوتی ہیں  
 قضیہ مقررہ ہے۔ اثنینیت یعنی دونی کا منکر درجہ عقل کا مخالفت ہے۔ ہاں متکلمین نے صفات واجبہ جمل سلطانہ کے بارہ میں لکھو دلائی ہو کہہا ہے۔ اور غیر سے غیر اصطلاحی مراد لے کر اس امر کو نظر رکھا ہے کہ دو متغائر چیزوں کا باہم جدا اور الگ ہونا جائز ہے۔ کیونکہ واجب تعالیٰ و تقدس کی صفات حضرت ذات سے الگ نہیں ہیں۔ اور نہ ہی حق تعالیٰ کی ذات و صفات تقدیر کے درمیان انفکاک یعنی الگ ہونا جائز متصور ہو سکتا ہے۔ پس لکھو دلائی ہو کہہا ہے صفات تقدیر میں صادق ہے۔ بر خلاف عالم کے کہ یہ نسبت اس میں مقصود ہے :

كَانَ اللّٰهُ وَلَمْ يَكُنْ مَعَهُ  
 شَيْءٌ  
 اللہ تھا اور اس کے ساتھ کوئی چیز نہ تھی۔

پس عالم کی غیریت کی نفی کرنا لغت میں بھی اور اصطلاح میں بھی صدق سے دُور ہے۔ ان لوگوں

اپنے حقیقتِ حال تک نہ پہنچنے کے باعث عالم کو صفاتِ قدیمہ کی طرح سمجھ کر اس کے مخصوصِ علم کو اس جگہ اطلاق کیا ہے۔ یہ لوگ جب عینیتِ عالم کی نفی کے قائل ہوئے ہیں تو اُن پر لازم ہے کہ غیریتِ عالم کے قائل ہوں۔ اور توحید و جودِ باطلوں کے زمرہ سے نکل آئیں۔ اور عالم کے متعدد وجودوں کے قائل ہو جائیں۔ اور توحید و جودِ حقیقی میں عین کے سوا چارہ نہیں ہے۔ جیسے کہ شیخ محی الدین اور اس کے تابعین نے کہا ہے۔ اور عین کتنا ان معنوں کے لحاظ سے نہیں ہے کہ عالم اپنے صانع کے ساتھ متحد ہے۔ حاشا وکلاً بلکہ ان معنوں کے اعتبار سے ہے کہ عالم معدوم ہے اور حق تعالیٰ کا وجود واجب۔ جیسے کہ اس فقیر نے اپنے بعض رسالوں میں اس امر کی تحقیق کی ہے۔

سوال :

صوفیہ و جدیہ، دو وجود کے کھنے والے کو جو شرک کہتے ہیں وہ اس اعتبار سے کہتے ہیں کہ وہ دو ہیں اور وہیں طریقت کا شرک ہے ؟

جواب :

دو بینی جو طریقت کا شرک ہے، توحیدِ شہودی سے دفع ہو جاتا ہے۔ توحید و جودِ اسی مقام میں کچھ درکار نہیں ہے۔ کیونکہ سالک کا مشہود و ملحوظ ایک ذاتِ مقدس کے سوا اور کوئی امر نہیں ہے تاکہ فنا متحقق ہو۔ اور طریقت کا شرک دور ہو جائے۔ دن میں جو آفتاب کو نہا دیکھتے ہیں۔ اور ستاروں کو نہیں دیکھتے، دو بینی، کا دخیبہ حاصل ہے۔ اگرچہ ہزاروں ستارے دن میں موجود ہوں۔ مقصود یہ ہے کہ ایک آفتاب مشہود ہو۔ خواہ ستارے معدوم ہوں یا موجود بلکہ میں کہتا ہوں کہ کمال اس صورت میں ہے کہ اشیاء موجود ہوں اور سالک کمال فنا کے باعث جو اپنے مطلوبِ حقیقی سے رکتا ہے کسی چیز کی طرف توجہ نہ کرے۔ بلکہ کسی چیز کا مشاہدہ نہ کرے اور کوئی چیز اُس کے دیدہ بصیرت میں نہ آئے۔ اور اگر اشیاء موجود نہ ہوں۔ فنا کس سے متحقق ہوگی۔ اور فانی کس سے ہوگا اور کس کو فراکش کرے گا۔

سب سے اول جس شخص نے توحید و جودِ حقیقی کی تصریح کی ہے۔ وہ شیخ محی الدین ابن عربی ہے اس سے گزشتہ مشائخ کی عبارتیں اگرچہ توحید و جودِ حقیقی کی خبر دیتی ہیں۔ لیکن توحید و جودِ حقیقی پر عمل کرنے کے قابل ہیں۔ کیونکہ حق جل شانہ کے غیر کو جب نہیں دیکھتے۔ تو بعض کہتے ہیں کہ لیس فی جنتی سیوی اللہ۔ میرے جہنم میں سوائے اللہ کے اور کچھ نہیں

۱۲ درودیکھنا



اور بعض مُبْتَغَاۓ مَا اَعْظَمَ شَأْنِی کی ندا پکار اُٹھتے ہیں۔ اور بعض :

لَیْسَ فِی الدَّارِ حَیْوَكَ دَکِیَا سَ۔ گھر میں اُس کے سوا کوئی رہنے والا نہیں ہے۔

کی آواز بلند کرتے ہیں۔ یہ سب پھول ایک ہی یک بینی، کی شاخ سے کھٹے ہیں۔ ان عبارتوں میں کوئی بھی وحدت وجود پر دلالت نہیں کرتی۔ اور جس شخص نے اس مسئلہ کو ابواب اور فصول کی شکل میں لکھا ہے اور صرف و نحو کی طرح اس کو جمع کیا ہے۔ حتیٰ کہ اس نے کہا ہے کہ خاتم النبوت بعض علوم و معارف کو خاتم الولايت سے اخذ کرتا ہے۔ اور خاتم الولايت محمدی اپنے آپ کو جانتا ہے اور شامعین نے اس کی توجیہ میں کہا ہے کہ پادشاہ اپنے خزانچی سے اگر کوئی چیز لے لے تو اُس میں کیا نقصان ہے۔

غرض فنا و بقا اور ولایت کبرنی کے کمالات حاصل کرنے کے لیے توحید وجودی کی کوئی ضرورت نہیں۔ توحید شہودی حاصل ہونی چاہیے۔ تاکہ فنا متحقق ہو جائے۔ اور ماسوے کا نیا حاصل ہو جائے۔

ہو سکتا ہے کہ کوئی سالک ابتدا سے انتہا تک سیر کر جائے۔ اور توحید وجودی کے علوم و معارف سے کوئی بھی اس پر ظاہر نہ ہو۔ بلکہ نزدیک ہے کہ ان علوم سے انکار کر دے۔ فقیر کے نزدیک وہ راستہ جو ان معارف کے غلو کے بغیر سلوک کے ساتھ میسر ہو جائے وہ اس راستہ سے زیادہ قریب ہے۔ جو اس غلو کو متفہم ہے۔ اور نیز اس راہ کے سالکوں میں سے اکثر مطلوب تک پہنچتے ہیں۔ اور اکثر راہ ہی میں رہ جاتے ہیں۔ اور دریا سے قطرہ کے ساتھ میراب ہو جاتے ہیں۔ اور اتحاد کے وہم میں پڑ کر غل میں گرفتار رہتے ہیں۔ اور وصل سے محروم رہتے ہیں۔ یہ امر تجربہ سے معلوم ہو چکا ہے۔ وَاللّٰهُ سُبْحَانَهُ الْمَلِکُ لِلصَّوَابِ۔

اور نیز فقیر کو اگرچہ راہ ثانی سے سلوک میسر ہوا ہے اور توحید وجودی کے علوم و معارف کے ظہورات سے کافی حصہ حاصل ہوا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی عنایت شامل ہوئی اور سیر مجبوی کے ساتھ راستہ کے جنگلوں اور میدانوں کو فضل و عنایت کی امداد سے طے کروایا اور کمال کرم کے ساتھ ظلال سے گنا کر اصل تک پہنچایا۔ اور جب معاملہ مستر شدوں یعنی مریدوں تک پہنچا، تو معلوم ہوا کہ اس کے علاوہ ایک اور راہ ہے جو وصول کے زیادہ قریب اور حصول میں زیادہ آسان ہے۔

الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدٰنَا لِهٰذَا وَ

مَا کُنَّا لِنَهْتَدِیْ لَوْلَا اَنْ هَدٰنَا

اللہ تعالیٰ کی حمد ہے جس نے ہم کو اس کی

ہدایت دی اگر وہ ہم کو ہدایت نہ دیتا تو ہم

اللَّهُ لَقَدْ جَاءَتْ رَسُولٌ رَبِّتَا  
بِالْحَقِّ - کبھی ہدایت نہ پاتے، بے شک ہمارے رب  
کے رسول حق بات لاٹھے۔

تنبیہ۔ سابقہ تحقیق سے معلوم ہوا کہ اگرچہ موجودات متعدّدہ ہوں اور حق تعالیٰ کا ماسویٰ بھی موجود ہو  
تو پھر بھی ہو سکتا ہے کہ قنا و بقا تحقیق ہو جائے نہ یہ کہ ماسوئے معدوم و ناچیز ہو جائے یہ بات باوجود  
ظہور کے اکثر غوامس پر پوشیدہ رہی ہے۔ پھر عوام کا کیا ذکر ہے۔ ان لوگوں نے توحید شہودی کو عین  
وجودی خیال کر کے وحدت وجود کی معرفت کو راستہ کی شرط جانا ہے۔ اور دو وجود کھنے والے کو  
ضال و ضلیل (گمراہ و گمراہ کرنے والا) سمجھا ہے اور کثرت کے آئینوں میں وحدت کے مشاہدہ کو انجام  
کار تصور کیا ہے۔ ان میں سے بعض نے یہاں تک تصریح کی ہے کہ ہمارے حضرت پیغمبر علیہ دعلیٰ علیہ  
اخوانہ من الصلوات افضلنا و من التسلیمات الکملہا کمالات نبوت حاصل ہونے کے بعد شہود وحدت  
در کثرت کے مقام میں رہے۔ اور آیت کریمہ اِنَّا اَعْطَيْنَاكَ الْکُتُبَ سے اس مقام کی طرف اشارہ  
کرتے ہیں۔ اور اس کا ترجمہ اس طرح کرتے ہیں کہ تحقیق ہم نے تجھ کو کثرت میں وحدت کا مشاہدہ  
عطا کیا۔

معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے کوثر کی واڈ کے درمیان آنے سے جو حرف کثر کے درمیان ہے  
یہ اشارات سمجھے ہیں۔ مآشا و کلا اس قسم کے معارف مقام نبوت کے لائق ہوں۔ کیونکہ انبیاء علیہم  
الصلوة والسلام خدا نے جو جن جل شانہ کی طرف دعوت کرتے رہے ہیں۔ اور جو چیز چون کے آئینوں  
میں گنجائش نہیں رکھتی۔ وہ بے چونی سے بے نصیب ہے۔ اور چون کی اور چندی کے داغ سے داغدار  
ہے۔ حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ ان کو انصاف کی توفیق دے۔ شاید یہ لوگ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام  
کو اپنے کمالات کے ترازو پر تولنا چاہتے ہیں اور ان کے کمالات کو اپنے کمالات کی طرح جانتے  
ہیں۔ کَبُرَتْ کَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ۔ چھوٹا منہ بڑی بات ہے۔

چو آں کر می کہ در سگی نہاں است

زمین و آسمان او ہماں است

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت میں کا یہ کینہ اور عاجز اس قسم کی معرفت سے جو اول اول  
حاصل ہوئی تھی ندامت و استغفار کرتا ہے۔ اور اس شہود کو نصاریٰ کے حلول کی طرح اس پاک جناب  
سے نفی کرتا ہے۔

لے جس طرح وہ کپڑا جو پتھر میں چسپا ہوا ہے اس کا زمین و آسمان دہا ہے۔



حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ فرماتے ہیں کہ جو کچھ دیکھا گیا اور سنا گیا اور جانایا۔ سب اس کا غیر ہے۔ کلمہ لا کی حقیقت سے اس کی نفی کرنی چاہیے، پس کثرت میں وحدت کا مشاہدہ بھی نفی کے لائق ہے اور اس پاک بارگاہ سے متعلق اور بدور ہے۔

حضرت خواجہ قدس سرہ کی اس کلام نے عجب کو اس شہود سے نکال دیا ہے۔ اور مشاہدہ اور معائنہ کی گرفتاری سے نجات بخشی ہے۔ اور میرے اسباب کو علم سے جہل کی طرف اور معرفت سے حیرت کی طرف لے گیا ہے۔

بِجَزَاءِ اللَّهِ سُبْحَانَهُ عَرَفِي خَبِيرٌ  
اللہ تعالیٰ ان کو میری طرف سے جزائے  
خیر دے۔

میں صرف ایک ہی بات سے حضرت خواجہ قدس سرہ کا مرید اور حلقہ بگوش ہوں۔ اور واقعی اولیاء میں سے شاید ہی کسی نے اس طرح کی عبارت بیان کی ہو۔ اور تمام مشاہدات و معائنات کی اس طرح پر نفی کی ہو۔

اس مقام میں آپ کے اس سخن کی حقیقت کو جہاں کہ آپ نے فرمایا ہے کہ خدا نے تعالیٰ کی معرفت بہا والدین پر حرام ہے۔ اگر اس کی ابتدا بایزیدؒ کی انتہا نہ ہو، ڈھونڈنی چاہیے۔ کیونکہ بایزید رحمۃ اللہ علیہ باوجود اس بزرگی کے شہود و مشاہدہ سے آگے نہیں نکلے۔ اور سُبْحَانِیْ مَا أَكْظَمُ شَاكِرِیْ کے تگ کوچہ سے قدم باہر نہیں رکھا۔ بر خلاف ہمارے حضرت خواجہ قدس سرہ کے کہ جنہوں نے ایک ہی کلمہ لا سے اس کے تمام مشاہدات کی نفی فرمادی اور سب کو حق تعالیٰ کا غیر ثابت کر دیا حضرت بایزید رحمۃ اللہ علیہ کی تنزیہ حضرت خواجہ قدس سرہ کے نزدیک تشبیہ ہے اور اس کا بیچون ان کے نزدیک چوں اور کمال نقص ہے۔ ناچار اس کی انتہا جو تشبیہ سے آگے نہیں بڑھا۔ خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کی انتہا ہوگی۔ کیونکہ ہدایت تشبیہ سے ہے، اور نہایت تنزیہ کے ساتھ۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ آخر حال میں بایزید رحمۃ اللہ علیہ کو اس نقص پر اطلاع بخشی گئی کہ موت کے وقت اس طرح کہتے تھے:

مَا ذَكَرْتُكَ إِلَّا عَنِ حَقْلَةٍ وَمَا  
خَدَمْتُكَ إِلَّا عَنِ فُتُورَةٍ۔  
میں نے تجھے یاد نہیں کیا مگر غفلت سے  
اور میں نے تیری خدمت نہیں کی، مگر  
سستی سے۔

اس نے اپنے پہلے حضور کو غفلت جاتا کیہ کہ وہ حق تعالیٰ کا حضور نہ تھا۔ بلکہ ظلال میں سے

ایک نفل کا حضور اور اس کے ظہورات میں سے ایک ظہور تھا۔ پس ناپا حق تعالیٰ سے غافل رہے اور حق تعالیٰ وراء الراء ہے۔ ظلال و ظہورات سب کے سب مبادی اور مقدمات اور معارج اور معذات ہیں۔ اور یہ جو حضرت خواجہ قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ ہم نہایت کو ہدایت میں درج کرتے ہیں۔ واقع کے موافق ہے۔ کیونکہ ابتدا ہی سے ان کی توجہ احدیت صرف کی طرف ہے۔ اور اسم و صفت سے ذات کے سوا کچھ نہیں چاہتے۔

اس طائفہ علیہ کے بتدیوں کو یہ دولت اپنے شیخ مقتدا سے جو اس کمال کے ساتھ مشرف ہوتا ہے، بطریق اندکاس حاصل ہو جاتی ہے۔ خواہ وہ اس کو جانیں یا نہ جانیں۔ پس ناپا کار کا ملوں کی نہایت ان بزرگواروں کی ہدایت میں مندرج تسلیم کرنی پڑے گی۔

حاصل کلام یہ کہ احدیت کی توجہ ان میں غالب آجائے۔ اور ظاہر کو بھی باطن کے ہم رنگ کر دے۔ تو سالک مشاہدات سفلی سے جو ممکنات کے آئینوں میں ظاہر ہوتے ہیں آزاد ہو جاتا ہے اور معارف تشبیہی سے غلامی پا جاتا ہے۔ اور اگر یہ توجہ غالب نہ ہو سکے اور صرف باطن پر ہی لگی رہے۔ تو بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ بظاہر کثرت میں وحدت کے مشاہدہ کی لذت پاتا ہے۔ اور توحید و اتحاد سے محفوظ ہوتا ہے۔ لیکن یہ شہود ان کے حق میں ظاہر پر ہی محدود رہتا ہے۔ باطن میں کچھ سرایت نہیں کرتا۔ ان کا باطن احدیت صرف کی طرف متوجہ رہتا ہے اور ان کا ظاہر کثرت میں وحدت کا مشاہدہ کرنے والا ہوتا ہے۔ اس وقت ممکن ہے کہ ظاہر کی نسبت کے غلبہ کے باعث باطنی توجہ معلوم نہ ہو۔ اور شہود ظاہر کے سوا اور کوئی امر مفہوم نہ ہو۔ جیسے کہ ابتدا میں ان سطور کے لکھنے والے کا حال تھا کہ ظاہر کی نسبت کے غلبہ کے باعث باطنی توجہ سے جو احدیت صرف کی طرف تھی، بالکل آگاہی نہ رکھتا تھا اور کلی طور پر اپنے آپ کو کثرت میں وحدت کی طرف متوجہ پاتا تھا۔ کچھ مدت کے بعد حضرت حق سبحانہ نے باطن کی توجہ پر اطلاع بخشی اور باطن کو ظاہر پر نصرت دی۔ اور معاملہ کو یہاں تک پہنچایا:

الْحَمْدُ لِلّٰهِ مُبِحَا نَدْوٰی ذٰلِكَ اس پر اللہ تعالیٰ کی حمد ہے۔

وہ معارف توحیدی اور مشاہدات سفلی جو اس خاندان بزرگ کے بعض خلفائے سرزد ہوئے ہیں، وہ بھی اسی قسم سے ہیں۔ نہ یہ کہ یہ لوگ ظاہر و باطن میں اسی شہود کی طرف متوجہ اور اسی معرفت کے گرفتار رہے ہیں۔ برخلاف دوسرے بزرگوں کے جو ظاہر و باطن میں اور اس شہود کو تشبیہ اور تنزیہ کا جامع جا کر اسی کو کمال سمجھتے ہیں۔ ان لوگوں کا باطن بھی اگرچہ تنزیہ صرف کے ساتھ ایمان



رکھتا ہے۔ لیکن گرفتاری اور ہے اور ایمان کچھ اور۔ اور حال اور ہے اور علم کچھ اور چیز۔ وہ لوگ جو تنزیہ صرف کے ساتھ ایمان نہیں رکھتے اور شاہدہ سفلی کے سوا کسی اور امر کے معتقدات نہیں ہیں۔ وہ مقلدوں میں سے ہیں۔ جو اس بحث سے خالص ہیں۔

فقر کے نزدیک ممکنات کے آئینوں میں حق تعالیٰ کا وہ شہود جس کو صوفیہ کی ایک جماعت کمال جانتی ہے۔ اور تشبیہ اور تنزیہ کے درمیان جمع خیال کرتی ہے، اور حقیقت حق تعالیٰ کا شہود نہیں ہے۔ اس میں ان کا مشہود ان کا خیالی اور من گھڑت امر ہے۔ کیونکہ جو کچھ ممکن میں دیکھتے ہیں وہ واجب نہیں ہے۔ اور جو کچھ حادث میں پاتے ہیں وہ قدیم نہیں ہے۔ اور جو کچھ تشبیہ میں ظاہر ہوتا ہے وہ تنزیہ نہیں ہے۔ ہرگز ہرگز صوفیہ کی اس قسم کی ترہات یعنی بے ہودہ باتوں پر فریفتہ نہ ہونا چاہیے۔ اور حق تعالیٰ کے غیر کو خدا نہ جاننا چاہیے۔ مانا کہ یہ لوگ خطا کار مجتہد کی طرح معذوریں اور خطا کار مجتہد کی طرح مواخذہ سے بری ہیں۔ لیکن ان کے مقلدوں کے ساتھ معلوم نہیں کس طرح معاملہ کریں گے۔ کاشش کو مجتہد مغلطی کے مقلدوں کی طرح ہی ہوتے۔ اور اگر ان کے ساتھ ایسا معاملہ نہ کیا تو پھر ان کا کام نہایت مشکل ہے۔ قیاس و اجتہاد اصول شرعی میں سے ایک اصل ہے جس کی تقلید کا ہم کو امر ہوتا ہے۔ بر خلاف کشف اور انعام کے کہ اس کی تقلید کا ہم کو حکم نہیں ہے اور انعام غیر بر محبت نہیں ہے۔ لیکن اجتہاد مقلد پر محبت ہے۔ پس علمائے مجتہدین کی تقلید کرنی چاہیے اور دین کے اصول کو ان کی آراء کے موافق تلاش چاہیے اور صوفیہ جو کچھ علمائے مجتہدین کی آراء کے برخلاف کہیں یا کریں اس کی تقلید نہیں کرنی چاہیے۔ اور حسن ظن کے ساتھ ان کے ظن سے لب بند رکھنے چاہئیں۔ اور ان کی اس قسم کی باتوں کو شیطیات سے جاننا چاہیے۔ اور ظاہر کی طرف سے مصروف و پھرا ہوا خیال کرنا چاہیے۔

بڑے تعجب کی بات ہے کہ ان میں بعض صوفیہ عام لوگوں کو اپنے کشفیہ اور العامیہ امور مثلاً وحدت وجود کے ساتھ ایمان لانے پر دلالت کرتے ہیں۔ اور ان کی تقلید کی ترغیب دیتے ہیں۔ اور ان کے عدم ایمان پر دھمکاتے ہیں۔ کاشش کہ یہ لوگ ان امور کے عدم انکار پر دلالت کرتے اور ان کے منکر پر تمہید اور دھمکی فرماتے۔ کیونکہ ایمان اور چیز ہے اور عدم انکار اور چیز۔ ان امور کے ساتھ ایمان لانا لازم اور ضروری نہیں ہے۔ ہاں ان امور کے انکار سے بچنا چاہیے۔ ایسا نہ ہو کہ ان امور کا انکار ان امور والوں کے انکار تک پہنچا دے۔ اور حق تعالیٰ کے اولیا کے ساتھ بغض و عداوت پیدا ہو جائے۔ علمائے اہل حق کے موافق کام کرنا چاہیے۔ اور صوفیہ کی کشفیہ باتوں

سے حسن ظن کے ساتھ سلوک کرنا چاہیے۔ اور لا و نعم پر جرات نہ کرنی چاہیے :

هَذَا هُوَ الْحَقُّ الْمُنَوَّيْنُ بَيْنَ الْإِمْرَاءِ

یہی وہ حق ہے جو افراط و تفریط کے

وَالْقَلْبُ يَطُورُ وَاللَّهُ سُبْحَانَهُ الْمُبِينُ

درمیان ہے، اور اللہ تعالیٰ بہتری کی طرف

إِلَى صَوَابٍ

الہام کرنے والا ہے۔

عجب معاملہ ہے کہ ان لوگوں میں سے بہت سے مدعی اسی شہود و مشاہدہ پر بھی قناعت نہیں کرتے۔ بلکہ اس شہود کو تنزل خیال کر کے اس اثنا میں رویت بصری کے بھی قائل ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ ہم واجب الوجود جل سلطانہ کی ذات کو دیکھتے ہیں۔ اور نیز کہتے ہیں کہ وہ دولت جو ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شب معراج میں حاصل ہوئی تھی۔ ہم کو ہر روز میسر ہے۔ اور وہ نور جو ان کے دیکھنے میں آتا ہے۔ اس کو صبح کی سفیدی سے تشبیہ دیتے ہیں۔ اور اس نور کو مرتبہ بے گنسی خیال کرتے ہیں۔ اور مراتب عروج کی نہایت اس نور کے ظہور تک تصور کرتے ہیں :

تَعَالَى سُبْحَانَهُ عَمَّا يَقُولُ لَظَالِمُونَ

اللہ تعالیٰ اس بات سے جو ظالم کہتے

عُلُوًّا كَيْدًا

ہیں بہت بلند ہے۔

اور نیز حضرت حق جل شانہ کے ساتھ مکالمہ و کلام نہایت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے ایسا فرمایا ہے۔ کبھی دشمنوں کے حق میں حضرت حق سبحانہ کی طرف سے کئی قسم کی باتیں نقل کرتے ہیں اور کبھی اپنے دوستوں کو بشارت دیتے ہیں۔ اور ان میں سے بعض اس طرح کہتے ہیں کہ رات کی تہائی یا چوتھائی حصہ تک میں حق تعالیٰ کے ساتھ کلام کرتا رہا۔ اور ہر طرح کی باتیں پوچھتا رہا اور جواب لیتا رہا :

لَقَدْ اسْتَكْبَرُوا فِيْ اَنْفُسِهِمْ وَاسْتَوَا

ان لوگوں نے اپنے آپ میں بکبر کیا

عُتُوًّا كَيْدًا

اور بڑی سرکشی کی۔

ان لوگوں کی باتوں سے یہ سمجھ آتا ہے کہ یہ لوگ اس نور مرنی کو عین حق تعالیٰ سمجھتے ہیں۔ اور اس نور کو حق تعالیٰ کی ذات تصور کرتے ہیں۔ نہ یہ کہ اس کے ظہورات میں سے کوئی ظہور یا اس کے ظلال میں سے کوئی ظل جانتے ہیں۔

اس میں کچھ شک نہیں کہ اس نور کو حق تعالیٰ کی ذات کہنا محض افتراء اور صرف الحاد اور خالص زندہ ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا نہایت ہی علم و تحمل ہے کہ اس قسم کے مغتریوں کے لیے طرح طرح کے غلاب

۱۷ سورة فرقان۔



میں جلدی نہیں کرتا۔ اور ان کی تیغ کئی نہیں فرماتا :

سُبْحَانَكَ عَلَىٰ حَلِيمِكَ بَعْدَ  
عِلْمِكَ وَعَلَىٰ عَفْوِكَ بَعْدَ  
قُدْرَتِكَ

یا اللہ تو پاک ہے کہ ہماری برائیوں کو  
جان کر علم فرماتا ہے۔ اور قدرت کے باوجود  
صاف کرتا ہے۔

حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی قوم صرف رویت یعنی دیدار کی طلب ہی کے باعث  
ہلاک ہو گئی۔ اور حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے طلب رویت کے بعد کن ترائی کا  
زخم کھایا اور بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ اور اس طلب سے تائب ہوئے اور حضرت محمد رسول اللہ صلی  
علیہ وآلہ وسلم جو حب العالمین کے محبوب اور تمام اولین و آخرین موجودات میں سے بہترین ہیں۔ باوجود  
اس کے معراج بدنی کی دولت سے مشرف ہوئے۔ اور عرض و کرسی سے گزر کر مکان و زمان سے بھی  
اوپر چلے گئے۔ باوجود قرآنی اشارتوں کے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رویت میں علما کا اختلاف ہے  
اکثر علما حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عدم رویت کے قائل ہیں۔

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

وَالْأَصَحُّ أَنَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ  
مَا سَأَلْنِي سَأَلَهُ سُبْحَانَكَ لَيْلَةً  
الْبُغَا اِج۔

یعنی صحیح یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ  
وآلہ وسلم نے معراج کی رات اپنے رب کو نہیں  
دیکھا ہے۔

یہ بے سرو سامان اپنے خیال باطل میں ہر روز خدا کو دیکھتے ہیں۔ حلالاں کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
وآلہ وسلم کے ایک دیدار میں بھی علما کی قیل و قال ہے :

فَقَضَاهُمْ اللّٰهُ سُبْحَانَكَ۔  
اللہ تعالیٰ ان کو خوار کرے۔

اور نیز ان لوگوں کی باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کلام کو جس کو یہ لوگ سنتے ہیں۔ حق سبحانہ  
سے وہی نسبت ہے جو کلام کو اپنے متکلم کے ساتھ جانتے ہیں۔ یہ عین الحلا ہے حاشا وکلا کہ حضرت  
حق سبحانہ سے تکلم کے طریق پر کوئی ایسا کلام صادر ہو۔ جس میں ترتیب، تقدیم اور تاخیر ہو، جو  
حدوث کی علامات میں سے ہیں۔ شاید مشائخ کبار کی باتوں نے ان کو غلطی میں ڈال دیا ہے۔ کیونکہ  
مشائخ نے بھی حضرت حق جل سلطانہ کے ساتھ کلام و مکالمہ کیا ہے۔

لیکن جاننا چاہیے کہ مشائخ کبار اس کلام کو حضرت حق سبحانہ کے ساتھ ایسی نسبت نہیں دیتے  
جو کلام کو اپنے متکلم کے ساتھ دے سکیں۔ بلکہ وہی نسبت ثابت کرتے ہیں جو مخلوق کو اپنے خالق کے

ساتھ ہے۔ اور اس میں کوئی غلطی اور قیاحت نہیں ہے۔

حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو شجرہ مبارکہ سے حق تعالیٰ کا کلام سنا۔ تو اس کلام کو حق تعالیٰ کے ساتھ وہی نسبت تھی جو مخلوق کو اپنے خالق کے ساتھ ہوتی ہے نہ کہ نسبت جو کلام کو اپنے متکلم کے ساتھ ہوتی ہے۔ اور ایسے ہی وہ کلام جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جبریل علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سے سنا اس کو بھی حق تعالیٰ کے ساتھ وہی نسبت تھی جو مخلوق کو اپنے خالق سے ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ وہ کلام بھی حق تعالیٰ کا کلام ہے اور اس کا منکر کافر و زندیق ہے گویا حق تعالیٰ کا کلام، کلام لفظی اور کلام نفسی کے درمیان مشترک ہے۔ جس کو حق تعالیٰ کسی امر کے ذیلے ایجاد فرماتا ہے۔ پس کلام لفظی بھی حق تعالیٰ کا کلام ہوگا۔ ناچار اس کا منکر بھی کافر ہوگا:

فَأَنفَعُهَا وَإِنَّا هَذَا التَّحْقِيقُ يَنْفَعُكَ  
فِي كَثِيرٍ مِنَ الْمَوَاضِعِ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُ  
الْمُوقِنُ۔

دے گی۔ اور اللہ تعالیٰ تو فریق دینے والا ہے۔

جاننا چاہیے کہ وہ وجود جو ممکنات کے لیے ہم ثابت کرتے ہیں تمام صفات کی طرح ایک ضعیف وجود ہے۔ ممکن کے علم کی واجب کے علم کے مقابل میں کیا مقدار ہے، اور قدرت قدیمہ کے مقابل میں قدرت حادثہ کیا اعتبار رکھتی ہے۔ ایسے ہی ممکن کا وجود واجب تعالیٰ کے وجود کے مقابل میں لاشعہ محض ہے۔ یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ دیکھنے والا ان دونوں وجودوں کے فرق کے باعث شک میں پڑ جائے کہ آیا وجود کا اطلاق ان دونوں فردوں پر حقیقت کے طور پر ہے یا ایک فرد پر بطریق حقیقت ہے اور دوسرے پر بطریق مجاز۔ کیا نہیں جانتے کہ صوفیہ میں سے بعض لوگوں نے شق ثنائی پر یقین کیا ہے۔ اور ممکن کے وجود پر وجود کا اطلاق کرنا مجاز کے طور پر سمجھا ہے۔ اور ممکن کے وجود کو ثابت نہیں کرتے۔ مگر عوام یا اخص خواص۔ اخص سے مراد انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام اور ان کی اُمتوں میں سے وہ لوگ ہیں جو ان کی دلالتِ اصلیہ سے مشرف ہوئے ہیں۔ اور دائرہ ظلال کو پورے طور پر طے کر چکے ہیں۔ عوام ظاہر بین ہیں۔ جو واجب تعالیٰ کے وجود اور ممکن کے وجود کو مطلق وجود کے اقسام سے جانتے ہیں۔ اور دونوں کو موجود تصور کرتے ہیں۔ اخص خواص تیز فکر والے ہیں۔ جو ہر دو وجود کو مطلق وجود کے افراد سے جانتے ہیں۔ اور افراد وجود کے مراتب کے

لے لگا دے۔



تفاوت کو وجود کے صفات اور اعتبارات کی طرف لٹاتے ہیں۔ نہ کہ وجود کی حقیقت اور ذات کی طرف تاکہ ایک حقیقت ہو اور دوسرا مجاز۔ اور گروہ متوتسین جو عوام کے رتبہ سے قدم آگے رکھتے ہیں۔ اور انھیں خواص کے کمالات سے کوتاہ دست ہیں، مشکل ہے کہ ممکنات کے وجود کے قائل ہوں۔ اور ممکن کے وجود پر بطریق حقیقت وجود کا اطلاق کریں۔ یہی وجہ ہے کہ بعض کہتے ہیں کہ ممکن کو اس علاقہ سے موجود کہتے ہیں کہ وجود کے ساتھ اس کی نسبت ہے۔ جیسے کہا جاتا ہے کہ پانی سورج کی دھوپ سے گرم ہے۔ نہ یہ کہ وجود اس کے ساتھ قائم ہے، تاکہ حقیقت کے طور پر موجود ہو۔ اس گروہ میں سے بعض لوگ ممکن کے وجود سے ساکت و خاموش ہیں اور نفی و اثبات کے ساتھ اس کی تصریح نہیں کرتے۔ اور بعض ممکن سے وجود کی نفی کرتے ہیں۔ اور واجب تعالیٰ کے سوا اور کسی کو موجود نہیں جانتے۔ ان میں سے ایک گروہ ممکن کے وجود کو جیسے کہ وجود کا عین نہیں جانتے وجود کا غیر بھی جانتے۔ اور ان میں سے ایک گروہ نے اس طرح تصریح کی ہے کہ جس وجود کے ساتھ واجب تعالیٰ موجود ہے۔ اس وجود کے ساتھ ممکن بھی موجود ہے۔ اس عبارت سے بھی ممکن کے وجود کی نفی کرتے ہیں۔ غرض ممکن کا وجود ثابت کرنے کے لیے بڑی تیز نظر ہونی چاہیئے۔ تاکہ واجب تعالیٰ کے نور کی روشنی میں اس کو دیکھ سکیں۔ تیز نظر والے لوگ دن میں آفتاب کی روشنی کے باوجود ستاروں کو دیکھتے ہیں۔ اور جس کی نظر تیز نہیں ہوتی، وہ ستاروں کو نہیں دیکھ سکتے۔ تو ممکنات کا وجود دن میں ستاروں کے وجود کی طرح ہے کہ جو تیز نظر والا ہے وہ دیکھ سکتا ہے اور جس کی نظر کمزور ہے اس دید سے اسے کوئی حصہ نہیں ملتا۔

اگر کوئی پوچھے کہ عوام باوجود ضعیف بصر اور کوری بصیرت کے کس طرح ممکنات کے وجود کو دیکھ سکتے ہیں۔ حالانکہ واجب تعالیٰ کے وجود کے انوار کی چمک اس کے دیکھنے سے مانع ہے تو میں کہتا ہوں کہ عوام ارباب علم میں سے ہیں نہ کہ ارباب دید میں سے۔ ہماری گفتگو ارباب دید کی نسبت ہے نہ کہ ارباب علم کی نسبت۔ کیونکہ ارباب علم اس بحث سے خارج ہیں۔ گویا واجب تعالیٰ کے انوار کا ظہور ان کے حق میں مفقود ہے۔ پس وجود ممکنات کے دیکھنے سے مانع نہ ہو گا۔ یا ہم یہ کہتے ہیں کہ انوار کا ظہور وجود ممکنات کے دیکھنے سے مانع ہے نہ کہ وجود ممکنات کے علم سے مانع ہے۔ کیونکہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ اشیا کا علم سماع و تقلید سے بھی حاصل ہو جاتا ہے اور نظر و استدلال سے بھی متصور ہو سکتا ہے۔ جیسے کہ روز روشن میں آفتاب کی روشنی



کے باوجود۔ ستاروں کے وجود کا علم ضعیف نظر والوں کو بھی حاصل ہے۔ اسی طرح عوام کو وجود ممکنات کا علم حاصل ہے، نہ کہ وجود ممکنات کا شہود۔ کیونکہ شہود صفات بصیرت سے ہے۔ اور ان کی بصیرت کی آنکھ اندھی۔ مشہود ملک ہو یا ملکوت۔ جبروت ہو یا لاہوت۔

اے عزیز اٹھام جس طرح اس بحث میں خواص کے ساتھ شریک ہیں۔ اور کئی باتوں میں بھی ان کے درمیان شرکت ثابت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام بہت سے احکام میں عوام کی طرح زندگی بسر کرتے تھے۔ اور خلقت اور اہل و عیال کے ساتھ رہنے سہنے میں عوام کی طرح گزارہ کرتے تھے۔ اپنے اہل و عیال کے ساتھ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حسن معاشرت کے حالات مشہور ہیں۔

منقول ہے کہ ایک دن سید البشر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امین رضی اللہ عنہما کے بوسے لے رہے تھے اور کمال انبساط اور خوشی کے ساتھ ان سے سلوک کر رہے تھے۔ حاضرین میں سے ایک شخص نے عرض کیا کہ میرے گیارہ لڑکے ہیں میں نے کبھی کسی کا بوسہ نہیں لیا۔ حضرت مینبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے جو وہ اپنے مہربان بندوں کو عطا فرماتا ہے۔

چونکہ انھیں خواص بعض اوصاف میں عوام کے ساتھ شریک ہیں۔ خواہ وہ شرکت باعتبار صفت کے ہو۔ اس لیے عوام اپنی نارسائی کے باعث ان کے کمالات سے تھوڑا حصہ پاتے ہیں۔ اور ان کو اپنی ہی طرح خیال کرتے ہیں۔ اور وہ شخص جو اوصاف و شمائل میں ان سے جدا ہو۔ اُس کو بہتر اور بزرگ جانتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اولیاء کے ان اوصاف و اخلاق کو جو ان کے اوصاف و اخلاق سے جدا ہیں۔ ان اخلاق و اوصاف سے جو ان کے اوصاف و اخلاق کی مانند ہیں بہتر جانتے ہیں۔ اگرچہ وہ اخلاق انبیاء میں موجود ہوں۔

مخدوم فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت حکایت منقول ہے کہ جب ان کا کوئی لڑکا

لے آپ ایمان اولیاء اور ارکان اتقیا میں سے ہوئے ہیں ولادت باسعادت ۱۰۵۵ھ آپ قلب المرعین قلب الازہدین اور گنج شکر کے القابات سے مشہور ہوئے۔ گنج شکر کے لقب سے شہرت پانے کی وجہ یہ ہے کہ آپ کے زمانے میں ایک سوداگر سواریوں پر شکر لاد کر مکران سے دہلی کی طرف جا رہا تھا۔ جب مقام جہد میں پہنچا تو شیخ فرید قس سر نے اس سے دریافت کیا کہ اوٹوں پر کیا لاد کرے جا رہے ہو۔ اس نے کہا ملک۔ آپ نے فرمایا بیشک ہے ملک ہی ہوگا۔ جب منزل پر پہنچ کر بوریاں کھولیں تو سب ملک سے (باقی صفحہ ۴۶۷)



فوت ہو جاتا اور اس کے مرنے کی خبر ان کو پہنچتی تو ان کی طبیعت میں کچھ تغیر و تبدل نہ آتا۔ اور اس طرح فرمادیتے کہ سگ بچہ مر گیا ہے جاؤ اس کو باہر پھینک دو۔

اور جب حضور سید البشر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بیٹا ابراہیم فوت ہوا تو حضور پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے مرنے پر رو پڑے اور نہایت غمناک ہو کر فرمایا:

إِنَّا بَعَثْنَا فِيكَ يَا إِبْرَاهِيمُ لَمَحْزُونًا اے ابراہیم ہم تیری بھلائی سے بہت غمزدہ ہیں

یعنی بڑے مبالغہ اور تاکید کے ساتھ اپنے غم کا اظہار فرمایا۔ پس حضرت گنج شکر بہتر ہے یا حضرت سید البشر صلی اللہ علیہ وسلم عوام کا انعام کے نزدیک معاملہ اول بہتر ہے۔ اور اس کو بے تعلق جانتے ہیں اور دوسرے کو عین تعلق اور گرفتاری سمجھتے ہیں:

أَعَاذَنَا اللَّهُ سُبْحَانَهُ عَنِ الْغَمِّ وَالْحُزْنِ اللہ تعالیٰ ہم کو ان کے بڑے غم و غصہ سے بچائے۔

الشوہ۔

چونکہ یہ ابتلا و آزمائش کا مقام ہے۔ عوام کو مشتبہ کرنا اور شبہ میں ڈالنا عین حکمت و مصلحت ہے۔

اللَّهُمَّ إِنَّا لَعَنَ الْغَمَّ قَدْ رَزَقَنَا الْإِيمَانَ وَآرَئِنَا اے اللہ حضرت سید البشر صلی اللہ علیہ

الْبَاطِلَ بَاطِلًا وَآرَئِنَا اجْتِنَا بَعْضَ حُرْمَةٍ وَاوَّلَ وَاوَّلَ لَمْ يَكُنْ لَكَ حُرْمَةٌ

سَيِّدِ الْبَشَرِ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ تَابَعْدَارِ ہمارے نصیب کر اور باطل کو باطل

أَفْضَلُهَا وَدِينِ النَّبِيِّمَا تَا كَلَّمَا کر کے دکھا۔ اور اس سے ہم کو بچا۔

اب ہم اصلی بات کو بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا ایمان اور ان کے اصحاب کا ایمان اور ان اولیا کا ایمان جو اصحاب سے ملحق ہیں دعوت کی طرف رجوع کرنے کے باعث غیب کے ساتھ بدل جاتا ہے۔ جس طرح کوئی شخص دن میں آفتاب دیکھے۔ اور

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۴) بھری ہوئی نقیس رشک کی جگہ رنگ دیکھ کر سخت حیران ہوا۔ آخر سمجھ آئی کہ یہ غرابی میرے

جھوٹ بولنے کی وجہ سے ہوئی وہاں سے واپس لوٹ کر حضرت شیخ فرید رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور سنانی

مانگی اور بڑی نیاز مندی کا اظہار کیا آپ نے فرمایا اگر شکر متھی تو شکر ہی ہوگی۔ آپ کا وصال مبارک ۵ محرم ۶۶۵ھ

ہفتہ کے روز ۹۵ برس کی عمر میں ہوا۔ پاکستان میں آپ کا مزار پرانوار مرجع علاقہ بنایا ہوا ہے۔ اس وقت یعنی ۱۳۹۵ھ

میں مزار مبارک اور طحہ وقف جائداد کا استقام و انصرام محکمہ اوقاف پنجاب کے زیر تحویل ہے۔ محکمہ اوقاف کے

زیر تحویل آنے کے بعد نزاریں کے لیے بہت سی سہولتیں میا کر دی گئی ہیں۔ جن کی یہاں جہت ضرورت تھی۔ اور

روفق میں بھی بہت اضافہ ہو گیا ہے۔ از مترجم معنی عنہ ۱۲

آفتاب کے وجود کے ساتھ ایمان شہودی حاصل کر لے۔ اور جب رات ہو جائے تو اس کا ایمان شہودی ایمان غیب کے ساتھ بدل جائے۔ اور ظہار کا ایمان اگرچہ غیب کے ساتھ ہے۔ لیکن ان کے غیب نے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی متابعت کے باعث حدس کا حکم پیدا کر دیا ہے۔ اور نظریات سے نکل چکا ہے۔

علمائے مراد اس جگہ علمائے آخرت ہیں نہ کہ علمائے دنیا۔ کیونکہ علمائے دنیا عام مومنین میں داخل ہیں۔ اور ایمان بالغیب جو عام مومنین کی طرف منسوب ہے اس کے اقسام میں سے بہترین قسم وہ ایمان ہے جو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تقلید سے وابستہ ہے۔ اور قال اللہ اور قال الرسول سے تعلق رکھتا ہے۔

سوال :

علمائے فرمایا ہے کہ ایمان استدلالی ایمان تقلیدی سے بہتر ہے۔ حتیٰ کہ بہت سے علمائے استدلال کو ایمان کی شرائط میں سے بیان کیا ہے۔ اور ایمان تقلیدی کو معتبر نہیں جانتے۔ اور تو نے ایمان تقلیدی کو بہتر کہا ہے ؟

جواب :

وہ ایمان جو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تقلید سے حاصل ہوتا ہے وہی ایمان استدلالی ہے۔ کیونکہ صاحب تقلید دلیل کے ساتھ جانتا ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام تبلیغ رست میں صادق ہیں۔ کیونکہ وہ شخص جس کی اللہ تعالیٰ معجزات کے ساتھ تصدیق کرے بے شک سچا ہے پس انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام جن کی تائید معجزات کے ساتھ ہوئی ہے، سب کے سب صادق اور راست ہیں۔ تقلید غیر معتبر یہ ہے کہ ایمان میں اپنے دادا کی تقلید کرے۔ اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی صداقت اور ان کی تبلیغ کی حقیقت کو منظور نہ رکھے۔ یہ ایمان اکثر علماء کے نزدیک معتبر نہیں ہے۔

باقی رہا وہ استدلال جو ارباب نظر (منطقی) اپنے مقدمات کے ساتھ حاصل کرتے ہیں۔ اور صغریٰ و کبریٰ کی ترتیب سے ایمان کا نتیجہ ظاہر کرتے ہیں۔ یہ استدلال ایک ایسا امر ہے جو امکان کے نزدیک اور وقوع سے دور ہے۔ اور مقام استدلال میں واجب تعالیٰ کے اثبات کیلئے ارباب نظر میں سے مولانا جلال الدین دوانی جیسا معلوم نہیں کہ اور بھی کوئی گزرا ہو۔ کیونکہ وہ محقق بھی ہے اور متاخر بھی۔ اس نے اس امر عالی کے ثابت کرنے میں بہت کوشش کی ہے۔ باوجود اس



امر کے اس کے استدلالی مقدمات میں سے کوئی ایسا مقدمہ نہیں ہے، جس میں اُس کے رسالوں کے محشی منع یا نقض کے ساتھ پیش نہ آئے ہوں۔ اور اچھے اچھے اعتراض نہ کیے ہوں۔ اس صاحب استدلال پر نہایت ہی افسوس ہے جو ایمان کو صرف استدلال ہی سے حاصل کرے اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تقلید اس کی دستگیری اور مدد نہ کرے۔

رَبَّنَا آمَنَّا بِمَا أَنزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا  
الرَّسُولَ فَاصْبِرْ لِمَا  
الشَّاهِدِينَ۔  
اے ہمارے رب ہم اُس چیز کے ساتھ ایمان  
لائے جو تو نے نازل فرمائی اور رسول کی تابعداری  
کی پس ہم کو حق کی شہادت دینے والوں میں سے  
لکھ دے۔

## مکتوب نمبر ۲۷۳

مرزا حسام الدین احمد کی طرف صادر فرمایا :

اس بیان میں کس سالک کو چاہیے کہ اپنے شیخ کے طریقہ کو لازم پکڑے۔ اور دوسرے مشائخ کے طریقہ کی طرف التفات اور توجہ نہ کرے۔ اور اگر اس کے بظلمات واقعات ظاہر ہوں تو ان کا کچھ اختیار نہ کرے کیوں کہ شیطان بڑا بھاری دشمن ہے۔ اس کے کفر و فساد سے غافل نہ ہونا چاہیے۔ اور اس کے مناسب امور کے بیان میں۔

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي هَدَانَا لِهَذَا وَمَا كُنَّا  
لِنَهْتَدِيَ لَوْلَا أَنَّ هَدَانَا اللَّهُ لَقَدْ  
جَاءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ۔  
بے شک ہمارے رب کے رسول حق بت لائے ہیں۔

آپ کا بزرگ محبت نامہ جواز روئے کرم اس حقیر کے نام تحریر کیا تھا، پہنچا۔ بڑی خوشی حاصل ہوئی۔ جَزَاكَمُ اللَّهُ سُبْحَانَكَ حَبِيبًا۔ واللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے۔

آپ کو لکھا جا چکا تھا کہ سماع کے من ہونے کا بابت مراد کے من ہونے کو بھی شامل ہے جو نعتیہ قصیدوں اور غیر نعتیہ شعروں کے پڑھنے سے مراد ہے۔ لیکن براہِ عزیز میر محمد نعمان اور بعض اس جگہ کے یار جنہوں نے واقعہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا ہے کہ اس مجلس مولود خوانی سے بہت خوش ہیں۔ ان پر مولود نہ سُنا اور ترک کرنا بہت مشکل ہے۔

میر سے مخدوم! اگر واقعات کا کچھ اعتبار ہوتا، اور منامات اور خوابوں کا کچھ بھروسہ ہو۔ تو مریدوں کو پیروں کی حاجت نہ رہتی۔ اور طرق میں سے کسی ایک طریق کا لازم پکڑنا عبث معلوم ہوتا کیونکہ ہر ایک مرید اپنے واقعات کے موافق عمل کر لیتا۔ اور اپنی خوابوں کے مطابق زندگی بسر کر لیتا خواہ وہ واقعات و منامات پیر کے طریقہ کے موافق ہوتے یا نہ ہوتے۔ اور خواہ پیر کے پسند ہوتے یا نہ ہوتے۔ اس تقدیر پر سلسلہ پیری و مریدی درہم برہم ہو جاتا۔ اور ہر بلوالموس اپنی وضع پر مستقل و برقرار ہو جاتا۔ حالانکہ مرید صادق، ہزار ہا واقعات کو اپنے پیر کے باوجود نیم جو کے ساتھ نہیں خریدتا۔ اور طالب رشید حضور پیر کی بدولت منامات کو اضمناث اسلام یعنی جھوٹی خوابیں جانتا ہے۔ اور کچھ اتفاقات ان کی طرف نہیں کرتا۔ شیطان لین بڑا بھاری دشمن ہے۔ جب فتنی اس کے مکر سے امن میں نہیں ہیں۔ اور اس کے مکر سے ترساں و لرزاں ہیں تو پھر متوسطوں اور مبتدیوں کا کیا ذکر ہے۔

حاصل کلام یہ کہ منتہی محفوظ ہیں اور شیطان کے غلبہ سے بچے ہوئے ہیں۔ برخلاف مبتدیوں اور متوسطوں کے۔ پس ان کے واقعات اعتماد کے لائق نہیں ہیں۔ اور نہ ہی دشمن کے مکر سے محفوظ ہیں۔

سوال - وہ واقعہ جس میں حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھیں وہ صادق ہے اور شیطان کے مکر و فریب سے محفوظ ہے :

فَإِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَتَمَثَّلُ بِصُورَتِهِ  
کیونکہ شیطان حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صورت سے متشکل نہیں ہو سکتا۔ جیسے کہ احادیث میں آتا ہے۔

پس یہ واقعات جن کا ہم ذکر کر رہے ہیں۔ صادق اور شیطان کے مکر و فریب سے محفوظ ہیں؟

جواب - صاحب فتوحات مکہ نے لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس صورت خاصہ کے ساتھ جو مدنیہ منورہ میں مدفون ہے۔ متشکل نہیں ہو سکتا۔ اس خاص صورت کے سوا اور

سے چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں من رآنی فی المنام فقد رآنی فان الشیطان لا یتمثل فی صوراتی۔ (بخاری و مسلم شریف) یعنی جس نے مجھے خواب میں دیکھا، تو مجھے شک اس نے مجھے ہی دیکھا۔ کیونکہ شیطان میری صورت میں متشکل نہیں ہو سکتا۔ یعنی شیطان کو یہ طاقت نہیں کہ خواب میں کسی کے پاس آکر یہ کہے کہ میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوں اور حضور کی طرف اس عجوبہ کی نسبت کرے۔



جس صورت میں کہ حضور کو دیکھیں متشکل ہو سکتا ہے۔ اور ان تمام صورتوں میں متشکل نہ ہونے کا حکم تجویز نہیں کرتا۔ اور کچھ شک نہیں کہ اس صورت علی صاجہا الصلوٰۃ والسلام کی تشفیص خصوصاً منامات میں بہت مشکل ہے۔ پھر کس طرح اعتماد کے لائق ہو۔ اور اگر شیطان کے متشکل نہ ہونے کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صورت مخصوصہ کے ساتھ مخصوص کریں اور ہر صورت میں کہ دیکھیں عدم تشکل کو تجویز نہ کریں۔ جیسے کہ بہت سے علما اس طرف گئے ہیں۔ تو یہ بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بندی شان کے نامناسب ہے۔

میں کہتا ہوں کہ اس صورت سے احکام کا اخذ کرنا اور مرضی کا معلوم کرنا مشکل ہے۔ کیوں کہ ہو سکتا ہے کہ دشمن لعین درمیان آگیا ہو۔ اور خلاف واقع کو واقع کی صورت میں ظاہر کیا ہو۔ اور دیکھنے والے کو شک و شبہ میں ڈال دیا ہو۔ اور اپنی عبارت و اشارت کو اس صورت علی صاجہا الصلوٰۃ والسلام کی عبارت و اشارت کر دکھایا ہو۔

چنانچہ مروی ہے کہ ایک دن حضرت سید البشر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجلس میں تشریف فرما تھے۔ اور قریش کے سردار اور کفار کے رئیس بھی اس مجلس میں موجود تھے۔ اور بہت سے اصحاب کرام بھی وہاں موجود تھے۔ حضرت سید البشر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سورہ نجم پڑھنی شروع کی جب ان کے باطل خداؤں کا ذکر آیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کا کلام سمجھا۔ اور اس میں کچھ تمیز نہ کر سکے۔ تو کافروں نے جو وہاں موجود تھے شور مچایا۔ اور کہنے لگے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمارے ساتھ صلح کر لی ہے۔ اور ہمارے بتوں کی تعریف کی ہے۔ حاضرین اہل اسلام بھی اس کلام سے متحیر ہو گئے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شیطان لعین کے کلام سے اطلاع نہ ہوئی۔ فرمایا کہ یہ کیا واقعہ ہے۔ اصحاب کرام نے عرض کی کہ اثنائے کلام میں اس قسم کے فقرے حضور علیہ السلام کی زبان سے نکلے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہت متفکر اور غمناک ہوئے۔ اسی اثنا میں جبریل امین علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام حاضر ہوئے اور وحی لائے

۱۵ یہ واقعہ سیرت کی تمام کتابوں اور تفاسیر میں موجود ہے۔ علمائے اس کی توجیہ میں بہت کچھ لکھا ہے لیکن ان اقوال میں سے زیادہ بہتر اور احسن وہ قول ہے جسے حضرت امام ربانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس مقام میں لکھا ہے کہ شیطان لعین نے آپ جیسی آواز بنا کر اور ان کلام اپنی طرف سے چند کلمات کہ دیئے نہ اس طرح کہ حضور کی زبان مبارک سے اس نے اپنے کلمات نکلائے۔ کیونکہ شیطان لعین اس طرح کے القاء پر قادر نہیں۔

کہ وہ کلام القائے شیطانی تھا۔ اور کوئی نبی اور رسول ایسا نہیں گزرا ہے۔ جس کے کلام میں شیطان نے القاء کیا ہو۔ پس ازاں اللہ تعالیٰ نے اس کو رد کیا ہے۔ اور اپنے کلام کو حکم کیا ہے۔

پس جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں بیداری کے وقت صحابہ کی مجلس میں شیطان یمن نے اپنے کلام باطل کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کلام میں القا کر دیا۔ اور کسی نے تمیز نہ کی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد خواب کی حالت میں جو جو اس کے مقلد و بے کار ہونے کا محل اور شک و شبہ کا مقام ہے باوجود دیکھنے والے کی تنہائی کے کہاں سے معلوم ہو سکتا ہے کہ یہ واقعہ شیطان کے تصرف اور کرد و فریب سے محفوظ اور مامون ہے۔ یا میں کہتا ہوں کہ تنبیہ قصیدوں کے پڑھنے اور سننے والوں کے ذہن میں متکثر ہو چکا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس محل سے راضی ہیں۔ جیسے کہ ممدوح اپنی مدح کرنے والوں سے راضی ہوتے ہیں۔ اور یہ معنی ان کی قوت تخیل میں منتقل ہو گئے ہوں۔ تو ہو سکتا ہے کہ واقعہ میں اسی اپنی تخیل صورت کو دیکھا ہو۔ بغیر اس بات کے کہ وہ واقعہ حقیقی ہو یا مثل شیطانی۔ اور نیز واقعات اور روایات صادرہ کبھی ظاہر پر محمول ہوتے ہیں۔ اور ان کی حقیقت وہی ہے جو دیکھنے والے نے دیکھی ہے۔ مثلاً نبرد کی صورت کو خواب میں دیکھا ہے اور مراد اس سے عمر و رکھا ہے۔ اس مناسبت کے لحاظ سے جو زید و عمر و کے درمیان ہے۔

تو کس طرح معلوم ہو سکے کہ دوستوں کے یہ واقعات ظاہر پر محمول ہیں۔ اور ظاہر سے محروم اور پھر سے ہوئے نہیں ہیں۔ کیوں نہیں ہو سکتا کہ ان واقعات سے مردان کی تعبیریں ہوں۔ اور وہ واقعات دوسرے امور سے کنایہ ہوں۔ بغیر اس بات کے کہ شیطانی مثل کی گنجائش ہو۔ غرض واقعات کا کچھ اعتبار نہ کرنا چاہیے۔ اشیاء خارجہ میں بہت موجود ہیں۔ کوشش کرنی چاہیے کہ اشیاء کو بیداری میں دیکھیں جو اعتبار کے لائق ہے۔ اور اس میں تعبیر کی بھی گنجائش نہیں۔ جو کچھ خواب و خیال میں دیکھا جائے خواب و خیال ہی ہے۔ وہاں کے دوست مدت سے اپنی ہی وضع و طرز پر زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اختیار کی باگ ان کے ہاتھ میں ہے۔ لیکن میر محمد نمان کا کیا چارہ ہے کہ منع کے بعد ایک لمحہ بھی توقف کرے۔ اور اگر بالفرض توقف کرے تو اس کو کون بخشنے گا۔

اس منع کرنے میں فقیر کا مبالغہ اپنی طریقت کی مخالفت کے باعث ہے۔ طریقت کی مخالفت خواہ سماع و رقص سے ہو۔ خواہ مولود اور شعر خوانی سے ہر طریق کے لیے ایک مطلب خاص تک



وصول ہوتا ہے۔ اور اس طریق میں خاص مطلب تک وصول کا حاصل ہونا ان امور کے ترک کرنے کے سبب سے ہے۔ جس شخص کو یہ طلب ہو کہ اس طریق کے مطلب خاص تک پہنچ جائے اس کو چاہیے کہ اس طریق کی مخالفت سے بچے۔ اور دوسرے طریقوں کے مطالب کو منظور نہ رکھے۔

حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ :

”میں نہ یہ کام کرتا ہوں اور نہ ہی انکار کرتا ہوں“

یعنی یہ کام ہمارے خاص طریق کے منافی ہے۔ اس لیے نہیں کرتا۔ اور چونکہ اس کام کو دوسرے مشائخ کرتے ہیں اس لیے انکار بھی نہیں کرتا :

لِكُلِّ دَجَّةٍ هُوَ مَوْلِيَّهَا۔ ہر ایک کے واسطے ایک نہ ایک جہت ہے جس کی

طرف وہ اپنا منہ کرنے والا ہے۔

فیروز آباد جو ہم فقرا کا مادی اور ہم پیروں اور متقدموں کا جائے پناہ ہے۔ جب اس میں کوئی ایسا امر حادث ہو جائے جو اس طریقہ علیہ کے مخالفت ہو۔ تو پھر ہم فقرا کیونکر مضطرب و بے قرار نہ ہوں حضرت محمد و مژدہ سے اپنے والد بزرگوار کے طریق کو محفوظ رکھنے کے زیادہ مستحق اور رخص دار ہیں۔

حضرت خواجہ احرار قدس سرہ کے فرزندوں نے اپنے والد بزرگوار کے تغیر کے بعد ان کے اصل طریق کی محافظت کی اور تغیر کرتے والوں کے ساتھ لڑائی جھگڑا کیا چنانچہ آپ کے مبارک کانوں میں بھی پہنچا ہو گا۔

نیز آپ نے ہمارے حضرت خواجہ قدس سرہ کے مشرب قوی الذہب کی نسبت لکھا تھا ہاں اول اول بعض امور میں مذہب ملا متیس کی رعایت کر کے مسابہ اور سستی کیا کرتے تھے۔ اور ملا مت کو ترجیح دے کر بعض اشیاء میں ترک عزیمت کیا کرتے تھے۔ لیکن آفرین ان امور سے پرہیز کی اور پھر ملا مت و ملا متیہ کو کبھی یاد نہ کیا۔ آپ نظر انصاف سے کام لیں۔ اگر بالفرض حضرت ایشاں قدس سرہ اس وقت دنیا میں زندہ ہوتے اور یہ مجلس و اجتماع ان کی موجودگی میں منعقد ہوتا۔ تو حضرت قدس سرہ اس امر سے راضی ہوتے اور اس اجتماع کو پسند کرتے یا نہ۔ فقیر کا یقین ہے کہ حضرت قدس سرہ ہرگز اس امر کو پسند نہ کرتے، بلکہ انکار کرتے۔ فقیر کا مقصد آپ کو بتلانا ہے و ما خشیہ صفحہ سابقہ، لہ ایک دوسرے مقام پر حضرت امام ربانی قدس سرہ نے تصریح فرمائی ہے کہ مولود خوانی اس صورت میں منع ہے جب کہ اس میں کوئی خلاف شرع چیز پائی جائے۔ فافہم ولا تکن من المترین۔

آپ قبول کریں یا نہ کریں کچھ مضائقہ نہیں ہے۔ اور نہ آپ سے کوئی مشاجرہ اور لڑائی جھگڑے کی گنجائش ہے۔ اگر مخدوم زادے اور وہاں کے یار اپنی اسی وضع پر استقامت رکھیں اور اپنی حالت کو نہ بدلیں۔ تو ہم فقیروں کو ان کی صحبت سے سوائے یا یوسی کے اور کچھ چارہ نہیں ہے اس سے زیادہ کیا تکلیف دی جائے۔ وَالسَّلَامُ اَدْلًا وَاِخْوًا۔

## مکتوب نمبر ۲۷۲

شیخ یوسف برکی کی طرف صادر فرمایا :

بند ہمت بننے کی ترغیب اور شہودات سفلی کی طرف جو کثرت کے آئینوں سے تعلق رکھتے

ہیں، التفات نہ کرنے اور اس کے مناسب امور کے بیان میں :

حمد و صلوة اور تبلیغ و دعوات کے بعد واضح ہو کہ آپ کے تینوں خط جو آپ نے ارسال کیے تھے، پہنچے۔ اور احوال و کرامات کے واقعات جو ان میں درج تھے، سب واضح ہوئے۔ وہ حال جو (شہود وحدت و کثرت) کے حال کے بعد لکھا ہے اور اس عبارت میں ادا کیا ہے کہ دیگر انتہا یہ ہے کہ اقول حال کی طرح شہود اور گرم ہونا کم کرتا ہے یعنی میں بندہ ہوں اور مخلوق ہوں اور مصطفیٰ اصلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہوں۔ یہ حال اصل ہے اور مذکورہ احوال سے بڑھ کر ہے لیکن انتہا اور چیز ہے اور نہایت اس سے کئی منزلیں گذر رہے ہیں۔

منور الیوان استغنا بلند است

مرا فکر رسیدن ناپسند است

کلمہ طیبہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کے تکرار سے جو فقیر نے اس سے پہلے مکتوب میں آپ کی طرف لکھا تھا یہی مقصود تھا کہ اُس شہود کی نفی ہو جائے جو کثرت کے ساتھ تعلق رکھتا تھا۔ اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کا احسان ہے کہ اس کلمہ کی برکت سے یہ شہود آپ سے زائل ہو گیا۔ آپ ہمت کو بلند رکھیں۔ اور اس راہ کی جو زوہوز پر کفایت نہ کریں :

إِنَّ اللَّهَ سُبْحَانَهُ يُحِبُّ مَعَ أَلَى إِلَهٍ مَعَهُ اللہ تعالیٰ بندہ ہمت کو دوست رکھتا ہے۔

اور توجہ کے تنگ کو چہرے سے کل کر شاہراہ پر آجائیں اگر آپ پہلے احوال کا تذکرہ نہ کریں اور کثرت سے ابھی بے نیازی کا محل بہت بندی پر ہے۔ اور مجھ وہاں پہنچنا ناپسند بھی ہے۔



آمیز شہود کی لذتوں کو یاد نہ کریں اور عمر بھر کی استقامت کے ساتھ اس راہ میں کوشش فرمادیں۔ تو کس قدر بڑی نعمت ہے۔ کیونکہ بہت سے پوستیوں کو ہم نے دیکھا ہے کہ انہوں نے اپنے فعل کی برائی پر اظہار پاکر پوست پینا چھوڑ دیا۔ اتفاقاً پھر مدت کے بعد جب کبھی پوست پینے کا حال اور اس کی لذت یاد آئی پھر اپنی پہلی حالت کی طرف لوٹ آئے۔

میرے مخدوم! وہ شہود جو کثرت کے اُمینوں سے تعلق رکھتا ہے لذت بخش ہے اور شہود تنزیہی جو جہالت و نادانی کی طرف میلان رکھتا ہے، اس التذاذ یعنی لذت بخشی سے بعید ہے۔ شیخ نقیہ کی مدد کے بغیر اس راہ پر چلنا مشکل ہے۔

براہ عزیز مولانا احمد برکی جس کو عام لوگ علما ظاہر سے جانتے ہیں۔ اور وہ بھی اپنے احوال اور اپنے دوستوں کے احوال کی خبر نہیں رکھتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کا باطن شہود تنزیہی کی طرف متوجہ ہے جو جہل و نادانی کا مقام ہے۔ اور اس کا ایمان علما کی طرح ایمان بغیب ہے اس کے باطن نے جنت فطرتی کے باعث کثرت آمیز شہود کی طرف التفات نہیں کی۔ اور بظاہر ترہات صوفیہ کے ساتھ فریفتہ اور مغرور نہیں ہوا۔ اس کا وجود مبارک ان اطراف میں غیبت ہے۔ یہ حالت جس کی آپ نے خبر دی ہے۔ مولانا مذکور مدت سے اس حالت کے ساتھ متحقق ہیں۔ لیکن اس کا علم کوئی نہیں جانتا۔ فقیر کے نزدیک اس جگہ کا مدار مولانا کے وجود پر ہے۔ بڑے تعجب کی بات ہے کہ ان اطراف کے صاحبان کشف پر کس طرح مخفی رہا ہے۔ حالانکہ فقیر کے نزدیک مولانا کا وجود آفتاب کی طرح ظاہر و باہر ہے۔ زیادہ کیا تکلیف دی جائے۔ فقط و عاذنا معہ کی التماس ہے۔ والسلام

## مکتوب نمبر ۲۷۵

ملا احمد برکی کی طرف صادر فرمایا :

ایک استفسار کے جواب میں جو اپنی قبولیت کے بارہ میں کیا تھا۔ اور اپنے دوستوں میں سے ایک دوست کے احوال میں۔ اور علوم شریعیہ کی تعلیم اور احکام فقہیہ کے پھیلانے پر ترغیب دینے اور اس کے مناسب امور کے بیان میں۔

حمد و صلوة اور تبلیغ دعوات کے بعد (یہ فقیر) عرض کرتا ہے کہ آپ کے دونوں مبارک

نواز مشن نامے جو شیخ حسن وغیرہ کے ہمراہ ارسال کیے تھے، پہنچے۔ بہت خوشی حاصل ہوئی۔ ایک خط میں خواجہ اولیس رحمۃ اللہ علیہ کے حالات لکھے تھے۔ اور دوسرے خط میں اپنی قبولیت کی نسبت استغفار فرمایا تھا۔ اسی اثنائیں آپ کے حال پر توجہ کی۔ دیکھا کہ اس گرد و فواج کے لوگ آپ کی طرف دوڑتے آتے ہیں۔ اور آپ کی طرف التجا کرتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ آپ کو اس زمین کا مدار بنایا گیا ہے۔ اور ان حدود و اطراف کے لوگوں کو آپ کے ساتھ وابستہ کیا ہے :

اللّٰهُمَّ سُبْحَانَكَ الْحَمْدُ دَوْلَتُكَ عَلَىٰ ذٰلِكَ اَسْأَلُكَ اس امر پر اللہ تعالیٰ کی حمد اور ارجحان ہے

اس معاملہ کے ظہور کو واقعات سے نہ خیال کریں۔ کیونکہ واقعات میں شک و شبہ کا گمان ہوتا ہے بلکہ مشاہدات اور محسوسات سے جائیں۔

اس دولت کے حاصل کرنے کے لیے آپ کے لیے عمدہ ذریعہ یہ ہے کہ آپ اس محبت و اخلاص کے ساتھ جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے دوستوں کے بارے میں محض اپنی عنایت سے عطا فرمائی ہے۔ ایسے مقامات میں جہاں کفر متمکن ہو اور بدعتیں جاری ہوں، علوم شرعیہ کی تعلیم دیں اور احکام فقہیہ کو پھیلائیں :

تَعْلِيْمُكُمْ بِتَعْلِيْمِ الْعُلُوْمِ الدِّيْنِيَّةِ . آپ کو لازم ہے کہ علوم دینی کی تعلیم دیں اور

وَنَشْرُ الْاَحْكَامَ الْفَرْقِيَّةَ مَا اسْتَطَعْتُمْ . جہاں تک ہو سکے احکام فقہیہ کو پھیلائیں کیونکہ

وَاَنْتَ هَآئِلٌ لِّكَ الْاَمْرِ وَمَنَاطُ الْاِرْقَاءِ . یہی دونوں اصل مقصود ہیں اور انہی پر ترقی

وَمَدَارُ النِّجَاحِ . اور نجات کا مدار ہے۔

اپنی کمرہ مت کو مضبوط بنا دے کہ علما کے گروہ میں داخل رہیں۔ اور امر معروف اور نہی منکر کے خلق کو حق تعالیٰ کے راستہ کی طرف راہنمائی کریں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

اِنَّ هٰذِهِ تَذْكِرَةٌ فَمَنْ شَاءَ . یہ قرآن و عظمیٰ نصیحت ہے جو شخص چاہے

اِنَّهٗ نَاِلِیْ رَبِّہٖ سَبِيْلًا . اللہ کی طرف راستہ حاصل کرے۔

ذکر تبلی بھی کرجس کے ساتھ آپ مجاز ہیں، احکام شرعیہ کے بجالانے میں مدد دینے والا اور نفس امارہ کی سرکشی کو دور کرنے والا ہے۔ اس طریق کو بھی جاری رکھیں۔ اور اپنے دوستوں کے احوال سے اطلاع نہ پانے پر آزرہ نہ ہوں۔ اور اس امر کو اپنی بے حاصلی کی دلیل نہ جائیں۔ ان طریقیت کے احوال آپ کے کمالات کی آئینہ داری میں کافی ہیں۔ یہ بھی آپ ہی کے احوال ہیں جو بطریق انکسار ان میں ظاہر ہو رہے ہیں۔ شیخ حسن آپ کے ارکان دولت میں سے ہے۔ اور آپ کے معاملہ کا



ممد و معاون ہے۔ اور اگر بالفرض آپ کو ماوراء النہر یا ہندوستان کی سیر کی خواہش پیدا ہو جائے۔ تو وہاں آپ کا قائم مقام شیخ حسن ہے۔ اس کے حق میں اپنی التفات و توجہ کو بخوبی مد نظر رکھیں۔ اور بہت کوشش فرمائیں۔ تاکہ ضروری علوم دینی کی تحصیل سے جلدی نادرغ ہو جائے۔ ہندوستان کی یہ سیر آپ کے حق میں بھی غنیمت ہے اور اُس کے حق میں بھی :

رَزَقَنَا اللّٰهُ سُبْحَانَهُ وَاَيُّكُمْ الْاِسْتِقَامَةُ اللّٰهُ تَعَالٰی ہِم کو اور آپ کو ملت اسلام  
عَلٰی وَاَمْلَاَ الْاِسْلَامَ عَلٰی صَارِحِهَا الصَّلَاةُ پر استقامت عطا فرمائے۔  
وَالسَّلَامُ وَالسَّجْدَةُ۔

آپ نے لکھا تھا کہ اس دوست کے لیے چھ مہینے ہونے ہیں کہ ترقی واقع ہوئی ہے جو کچھ اُس کو غیبت اور بے شعوری کی حالت اور اموال طیبات سے حاصل ہوتا تھا۔ اب وہ حالت بیداری میں دیکھتا ہے۔

میر سے مخدوم! یہ دید ترقی پر کچھ دلالت نہیں کرتی خواہ شعور میں دیکھیں یا بے شعوری میں کیونکہ قدم اول اس راہ میں یہ ہے کہ حق تعالیٰ کے غیر کو کچھ نہ دیکھیں اور اندیشہ میں ماسوائے اللہ کا خیال نہ رہے۔ نہ اس معنی سے کہ اشیا کو حق تعالیٰ کا غیر نہ دیکھے اور ماسوائے کے عنوان پر نہ جانے۔ کیونکہ یہ بات بجائے خود کثرت بینی ہے۔ بلکہ حق تعالیٰ کے بغیر کو ہرگز نہ دیکھے اور نہ جانے اس حالت کو فنا سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور اس راہ کی منازل میں سے یہ پہلی منزل ہے وَاَمْلَاَ الْاِسْلَامَ وَالسَّجْدَةُ۔ (ورنہ بے فائدہ تکلیف ہے)۔

وہ مکتوب جوان دنوں میں لکھے گئے ہیں۔ بہت نادر الوجود ہیں۔ اور بہت عجیب و غریب فوائد اُن میں درج ہیں۔ ان کی نقل شیخ حسن لے گئے ہیں۔ ان کو اچھی طرح ملاحظہ فرمائیں۔ آپ نے اپنی والدہ مرحومہ کی مغفرت کے لیے دُعا کی التماس کی تھی، وہ التماس آپ کی قبول ہو گئی ہے۔ ان اطراف کے باقی احوال کو شیخ حسن مفصل طور پر بیان کر دیں گے۔

وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی وَالْقَرَمُ مُتَابِعَةٌ اور سلام ہو اُس شخص پر جو ہدایت کی  
الْمُصْطَفٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖٓ وَسَلَّمَ راہ پر چلا اور حضرت مصلی صلی اللہ علیہ وسلم  
اَفْضَلُہَا وَرَبُّ النَّوْحٰتِ اَكْمَلُہَا۔ کی متابعت کو لازم پکڑا۔

فقیر اور فقیر زادہ سے سلامت خاتمہ کے لیے دُعا کی التماس کرتے ہیں۔ والسلام

## مکتوب نمبر ۲۷۶

شیخ مدیح الدین کی طرف صا در فرمایا :

قرآن مجید کی آیات محکمات اور متشابہات کے بیان اور علمائے راہنیں اور ان کے کمالات اور اس کے بیان میں ۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالْقَلُوْۃِ  
وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ عَلَیْہِمْ  
وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاهِرِیْنَ  
اجْمَعِیْنَ جَعَلَنَا اللّٰہُ سُبْحٰنَہٗ وَاَیَّاکُمْ  
مِنَ التَّارِیْقِیْنَ فِی الْعِلْمِ  
سب تعریف اللہ ہی کے لیے ہے جو تمام  
جہانوں کا پالنے والا ہے ۔ اور حضرت سید المرسلین  
اور ان کی تمام آل و اصحاب پر جو طیب و طاہر و  
پاک و صاف ہیں صلوة و سلام ہو ۔ اللہ تعالیٰ  
ہم کو اور آپ کو راہنیں فی العلم میں سے بنائے ۔

اسے براور بحق تعالیٰ نے اپنی کتاب مجید کی آیات کو دو قسم پر فرمایا ہے ۔ ایک محکمات  
دوسری متشابہات ۔

قسم اول علم شرائع اور احکام کا منشا اور مبدا ہے ۔ اور قسم ثانی حقائق اور اسرار کے علم  
کا مخزن ہے ۔ اور (اللہ کے لیے) وجہ (چہرہ) اور قدم اور ساق (پنڈلی) اور اصابع (انگلیاں)  
اور انامل (پورے) جو قرآن و حدیث میں آئے ہیں ۔ سب متشابہات میں سے ہیں ۔ اور ایسے  
حروف بھی مقطعات جو قرآنی سورتوں کے اول میں واقع ہوئے ہیں ، سب متشابہات میں سے ہیں  
جن کی تاویل پر علمائے راہنیں کے سوا اور کسی کو اطلاع نہیں دی گئی ۔ یہ خیال نہ کریں کہ تاویل مراد قدرت  
سے ہے جس کی تعبیر یہ سے کی ہے یا مراد ذات سے ہے جس کو وجہ سے تعبیر کیا ہے ۔ بلکہ ان  
کی تاویل ان پوشیدہ اسرار سے ہے جو اخص و خواص پر ظاہر کیے گئے ہیں ۔

یہ فقیر قرآن مجید کے حروف مقطعات کی نسبت کیا لکھے ۔ کیونکہ ان حروف میں سے ہر ایک  
حرف عاشق و معشوق کے پوشیدہ اسرار کا ایک بحر تواج ہے ۔ اور محب و محبوب کے دقیق اور  
باریک امور کی ایک پوشیدہ رمز ہے ۔ اور محکمات اگرچہ کتاب کی اہمات یعنی اصل ہیں لیکن ان  
کے نتائج اور ثمرات جو متشابہات ہیں کتاب کے اصل مقاصد میں سے ہیں اہمات نتائج کے حاصل  
ہونے کے لیے وسائل سے زیادہ نہیں ۔ پس کتاب کا لب یعنی مغز متشابہات ہیں ۔ اور محکمات اُس



کا قشر یعنی پوست۔ وہ متشابہات ہی ہیں جو رموز و اشارہ کے ساتھ اصل بیان ظاہر کرتی ہیں۔ اور اس مرتبہ کی حقیقت معاملہ کا نشان بتلاتی ہیں، برخلاف محکمات کے۔ متشابہات گویا حقائق ہیں۔ اور محکمات متشابہات کی نسبت ان حقائق کی صورتیں ہیں۔ عالم راسخ وہ شخص ہے۔ جو لب یعنی مغز کو قشر یعنی پوست کے ساتھ جمع کر سکے اور حقیقت کو صورت کے ساتھ ملا سکے۔

علمائے قشر یہ قشر کے ساتھ خوشش ہیں اور صرف محکمات پر ہی کفایت کیے ہوئے ہیں اور علمائے راسخین محکمات کے علم کو حاصل کر کے متشابہات کی تاویل سے بھی حظ وافر حاصل کر لیتے ہیں۔ اور صورت و حقیقت کو جو محکم و متشابہ ہیں، جمع کر لیتے ہیں۔ لیکن وہ شخص جو محکمات کے علم اور ان کے موافق علم کے بغیر متشابہات کی تاویل ڈھونڈے اور صورت کو چھوڑ کر حقیقت کی طرف دوڑے، جاہل ہے جس کو اپنی جہالت کی بھی خبر نہیں ہے۔ اور گمراہ ہے اور اس کو اپنی بھی خبر نہیں۔ وہ نہیں جانتا کہ یہ جہاں صورت اور حقیقت سے مرکب ہے۔ اور جب تک یہ جہان قائم ہے۔ کوئی حقیقت صورت سے الگ نہیں ہو سکتی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

وَأَعْبُدْ رَبَّكَ حَتَّىٰ يَأْتِيَكَ الْيَقِينُ  
اے الموت کما قال المفسرون  
اپنے رب کی عبادت کر حتیٰ کہ تجھے یقین  
یعنی موت آجائے جیسے کہ مفسرین نے

(سورہ حجر پارہ ۱۳) کہا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے عبادت کو موت کے زمانہ تک منتہی کیا جو اس جہان کا منتہا ہے :

لَإِنَّ مِنْ مَّامَاتٍ لِّقَدَرًا مَّا رَمَقْتُمْ  
جو شخص مر گیا اس کی قیامت آگئی۔

اور جہان آخرت میں جو حقائق کا ظہور ہے وہاں حقائق سے صورتوں کا الگ ہونا حاصل ہے۔ پس ہر جہان کا حکم علیحدہ ہے۔ ایک کو دوسرے کے ساتھ سوائے اُس جاہل یا زندیق کے جس کا مقصود شرائع کا باطل کرنا ہے، غلط ملط نہیں کرتا۔ کیونکہ شریعت کا جو حکم مبتدی پر ہے وہی حکم منتہی پر ہے عام مومنین اور اخص خواص عارف اس امر میں مساوی اور برابر ہیں۔ اکثر کچے متصوف اور بے سروسامان ملاحد اس امر کے درپے ہیں۔ کہ اپنی گردنوں کو شریعت کی اطاعت سے نکال لیں۔ اور احکام شریعہ کو عوام کے ساتھ ہی مخصوص رکھیں۔ یہ لوگ خیال کرتے ہیں کہ خواص صرف معرفت ہی کے ساتھ مکلف ہیں۔ جیسے کہ اپنی جہالت کے باعث امیروں اور پادشاہوں کو عدل و انصاف کے سوا اور کسی چیز کے ساتھ مکلف نہیں جانتے۔ اور کہتے ہیں کہ شریعت کے احکام بچالانے سے مقصود یہ ہے کہ معرفت حاصل ہو جائے۔ اور جب معرفت حاصل ہو جائے تو پھر شرعی تکلیفات

ساقط ہو جاتی ہیں۔ اور اس آیت کو بطریق شہادت پیش کرتے ہیں :

وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتَّىٰ يَبْرُئَكَ  
الْيَقِينُ

اپنے رب کی عبادت کر حتیٰ کہ تجھے یقین حاصل ہو جائے۔

اور یقین کے معنی اللہ کرتے ہیں۔ جیسے کہ سہل تستریؒ نے کہا ہے۔ یعنی عبادت کی انتہا خدا کی معرفت حاصل ہونے تک ہی ہے۔ بظاہر جس شخص نے یقین کے معنی اللہ سبحانہ کے کیے ہیں۔ اس سے اس کی مراد یہ ہوگی کہ عبادت کی تکلیف کی انتہا حق تعالیٰ کی معرفت حاصل ہو جانے تک ہے نہ کہ نفس عبادت کی انتہا۔ کیونکہ یہ امر اتحاد و زندہ تک پہنچانے والا ہے۔ اور یہ لوگ خیال کرتے ہیں کہ مارفوں کی عبادت ریائی ہے۔ یعنی عارف اس واسطے عبادت کرتے ہیں کہ ان کے مقتدی اور متبعین ان کی اقتدا کریں۔ نہ یہ کہ عارف عبادت کے محتاج ہیں۔ اور اس قول کی تائید میں مشائخ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا ہے کہ جب تک پیر منافق اور مرانی یعنی ریاکار نہ ہو۔ مرید اس سے نفع نہیں حاصل کر سکتے۔

خَدَّ لَهُمُ اللَّهُ مَبَاحًا  
الْبَاطِلُ

اللہ تعالیٰ ان کو خوار کرے یہ لوگ کیسے جاہل ہیں۔

عارفوں کو عبادت کی اس قدر حاجت ہے کہ اس کا دسواں حصہ بھی مبتدیوں کو حاصل نہیں ہے کیونکہ ان کے عروج عبادات پر ہی وابستہ ہیں۔ اور ان کی ترقیاں شرائع اور احکام کے بجالانے پر منحصر ہیں عبادات کے ثمرے اور فائدے جن کی امید عوام کو کل قیامت کے دن ہے، عارفوں کو وہ ثمرات آج ہی حاصل ہیں۔ پس یہ عبادت کے زیادہ مستحق ہیں۔ اور ان کو شریعت کی بہت زیادہ حاجت ہے۔

جاننا چاہیے کہ شریعت صورت اور حقیقت کے مجموعہ سے مراد ہے۔ صورت ظاہر شریعت ہے اور حقیقت باطن شریعت پس قشر و لب یعنی پرست و مغز، دونوں شریعت کے اجزا ہیں۔ اور محکم و متشابہ دونوں اس کے افراد۔

علمائے ظاہر نے اس کے قشر (مچھلکے) پر کفایت کی ہے اور علمائے راسخین نے اس کے

لب یعنی سہل بن عبد اللہ تستریؒ۔ آپ کی کنیت ابو محمد ہے۔ اس گروہ صوفیاء کے اکابر اور اہل معرفت کے علماء میں سے ہوئے ہیں۔ حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد اور حضرت بید الدین ابن عبد القدوس کے معاصر ہوئے ہیں۔ شہرہ جہری ماہ محرم الحرام میں آپ کا وصال ہوا۔ آپ سے پوچھا گیا کہ بدیہی کی نشانی کیا ہے، آپ نے فرمایا علم ہر آدمی کو



قشر کرب کے ساتھ جمع کیا ہوا ہے اور مجموعہ صورت و حقیقت سے خط وافر حاصل کیا ہے پس شریعت کو اس شخص کی طرح جو صورت و حقیقت سے مرکب ہے تصور کرنا چاہیے۔ ایک جماعت نے اس کی صورت کے ساتھ تعلق پیدا کر لیا اور اس کی حقیقت سے انکار کیا۔ اور ہڈیہ و بزوغوی کے سوا اپنا پیرو مقصد کسی کو نہ جانا۔ یہ لوگ علمائے قشر ہیں۔ اور دوسری جماعت کے لوگ اس کی حقیقت کے گرفتار ہو گئے۔ لیکن اس حقیقت کو شریعت کی حقیقت نہ جانا۔ بلکہ شریعت کو صورت پر محدود رکھا اور قشر خیال کیا۔ اور اس کے سوائے تصور کیا۔ اور باوجود اس کے احکام شریعت کے بجا لانے سے سر مو نہ ہٹے اور صورت کو ہاتھ سے نہ دیا۔ اور احکام شریعت میں سے کسی ایک حکم کے ترک کرنے والے کو بطلال اور ضال یعنی جھوٹا اور گمراہ سمجھا۔ یہ لوگ خدا تعالیٰ کے اولیاء ہیں جنہوں نے حق تعالیٰ کی محبت میں اس کے ماسوی سے قطع تعلق کیا ہے۔

ایک اور گروہ کے لوگ ہیں جو شریعت کو صورت اور حقیقت سے مرکب جانتے ہیں۔ اور قشر و لب کے مجموعہ پر یقین رکھتے ہیں۔ ان کے نزدیک شریعت کی صورت کا حاصل ہونا اس کی حقیقت کے حاصل ہونے کے بغیر اعتبار سے ساقط ہے۔ اور اس کی حقیقت کا حاصل ہونا صورت کی اثبات کے بغیر ناممکن و ناقص ہے۔ بلکہ صورت کے حاصل ہونے کو جو حقیقت کے ثبوت کے بغیر ہوا اس کو بھی اسلام ہی سے جانتے ہیں اور نجات بخش تصور کرتے ہیں۔ بیسے علمائے ظاہر اور عام مومنین کا حال ہے۔ اور صورت کے بغیر حقیقت کا حاصل ہونا محال تصور کرتے ہیں اور اس کے قائل کو زندیق اور گمراہ کہتے ہیں۔

غرض تمام ظاہری و باطنی کمالات ان بزرگواروں کے نزدیک کمالات شرعیہ میں منحصر ہیں۔ اور علوم و معارف النبیہ ان عقاید کلامیہ سے وابستہ ہیں جو اہل سنت و جماعت کے لیے ثابت ہو چکے ہیں۔ ہزار ہا مشہور اور مشاہدات کو حق تعالیٰ کی بے چوٹی اور بے چگونگی کے ایک مسئلہ کے (جو مسائل کلامیہ میں سے ہے) برابر نہیں جانتے۔ اور ان احوال و مواجید اور تعلیمات و ظہورات کو جو احکام شرعیہ کے کسی حکم کے خلاف ظاہر ہوں جو کے برابر نہیں خریدتے اور ایسے ظہور کو استدراج خیال کرتے ہیں:

۱۔ ہادیہ فقہ حنفی کی مشہور دستاویز کتاب ہے شیخ الاسلام برہان الدین علی بن ابی بکر مرغینانی المتوفی ۸۵۰ھ کی تصنیف ۲۔ علم اصول فقہ میں فخر الاسلام علی بن محمد بزوری حنفی المتوفی ۸۲۰ھ کی تصنیف ہے۔ کشف الظنون۔

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ هَدَىٰ اللَّهُ  
فَبُذِلُوا لَهُمُ الْفِتْنَةُ  
یہ وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی  
ہے۔ پس فتنہ بھی ان کی ہدایت پر چل۔

یہ لوگ علمائے راسخین ہیں جن کو حقیقت معاملہ پر اطلاع دی گئی ہے اور آداب شریعت کو مد نظر رکھنے کی برکت سے ان کو شریعت کی حقیقت تک پہنچا دیا گیا ہے۔ برخلاف فرقہ ثانیہ کے کہ اگرچہ وہ بھی حقیقت کی طرف متوجہ اور اس کے ساتھ گزقاریں۔ اور حتی المقدور شریعت کے بجالانے میں سبزو تجاوز نہیں کرتے لیکن چونکہ انہوں نے حقیقت کو شریعت کے ماسوا جانا ہے اور شریعت کو اس حقیقت کا پرست تصور کیا ہے۔ اس لیے اس حقیقت کے ظلال میں سے کسی غلطی میں رہ گئے ہیں اور اس حقیقت کے اصل معاملہ تک پہنچنے کی راہ نہیں پائی۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی ولایت ظلی ہے اور ان کا قرب صفاتی۔ برخلاف علمائے راسخین کی ولایت کے کہ اصلی ہے اور انہوں نے اصل تک پہنچنے کا راستہ پایا ہے۔ اور ظلال کے تمام محاببات اور پردوں سے گزر گئے ہیں۔ پس ان کی ولایت انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ولایت ہے اور ان اولیاء کی ولایت انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ولایت کا قائل ہے۔

ابتداء میں فقیر یہ سمجھتا تھا کہ علمائے راسخین کو متشابہات کے ساتھ ایمان لانے کے سوا اور کچھ حاصل نہیں ہے۔ اور ان تاویلوں کو جو علمائے صوفیہ نے بیان کی ہیں متشابہات کی شان کے لائق نہ سمجھتا تھا۔ اور ان تاویلوں کو ان اسرار سے جو چھپانے کے قابل ہوں، تصور نہ کرتا تھا۔ جیسے کہ عین العنقاۃ نے بعض متشابہات کی تاویل میں کہا ہے۔

مثلاً الف لام میم سے آئمہ مراد لی ہے جس کے معنی درو کے ہیں جو عشق و محبت کو لازماً ہے وغیرہ وغیرہ۔

آخر کار جب حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے متشابہات کی تاویلات کا قصور ساحال اس فقیر پر ظاہر کیا۔ اور اس مسکین کی استعداد کی زمین میں اس دریائے محیط سے ایک چھوٹی سی نہریلا دی تو معلوم ہوا کہ علمائے راسخین کو بھی متشابہات کی تاویلات کا بہت سا حصہ ہے سورہ انفاس پارہ ۱۔

۲۔ معنی عین العنقاۃ بعدانی رحمۃ اللہ علیہ۔ آپ کی کنیت اور نام ابراہیم بن محمد الیہما خیر  
عین العنقاۃ لقب ہے۔ آپ شیخ محمد بن حمویہ اور احمد غزالی قدس سرہما کے صحبت یافتہ تھے صوری اور معنوی  
کلمات و فضائل کے جامع تھے۔



حاصل ہے۔

الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي هَدَانَا لِهَذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَا اَنْ هَدَانَا اللّٰهُ  
لَقَدْ جَاءَتْ رُسُلًا مِّنْ بَنِي اٰدَمَ  
اِنَّهٗ تَعَالٰی ہٰی کے لیے محمد ہے جس نے ہم کو اس  
کی ہدایت دی۔ اور اگر وہ ہدایت نہ دیتا تو ہم  
کبھی ہدایت نہ پاتے۔ بے شک ہمارے رب  
کے رسول حق بات لائے ہیں۔

واقعات مذکورہ کی تعبیر جو آپ نے طلب فرمائی تھی اس کو حضور اور ملاقات پر منحصر رکھا گیا  
اسی واسطے ان کی نسبت کچھ نہیں لکھا۔ کیا پتا جائے قلم اور ہی معارف کی طرف جاری ہو گیا اور  
یہ معاملہ پیش آگیا۔ امید ہے کہ معاف فرمائیں گے۔

وَالسَّلَامُ عَلَیْكُمْ وَعَلٰی سَاۤءِرِ  
مِّنْ اٰتِمِ الْهُدٰی وَالْتِمِ مَتَابَعَةٍ  
المصطفیٰ علیہ وعلیٰ الہ وَاٰوَاۤئِدِ  
الصَّلٰوٰتِ وَالْتَّسْلِیْمٰتِ الْعُلٰی  
اور سلام ہو آپ پر اودان لوگوں پر جو ہدایت  
کی راہ پر چلے۔ اور حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ  
وعلیٰ آلہ وسلم کی متابعت کو لازم پکڑا۔

## مکتوب نمبر ۲۷

علم الیقین اور عین الیقین اور حق الیقین کے بیان میں ملاحد الحق کی طرف  
صادر فرمایا۔

اور یہ علوم ان علوم سابقہ میں سے ہیں جو آپ نے توسط حال میں تحریر کیے تھے۔ اس معرفت  
میں نہایت شہود و شہود نفسی ہے۔ اور وہ معارف جو اخیر میں لکھے ہیں ان میں نفسی کو شہود و آفاقی  
کی طرح لا حاصل سمجھ کر نفسی و آفاقی شہود کے ماسوئی اور شہود کو ثبات کیا ہے۔ بلکہ نفس شہود کو حصول  
کا دروازہ جان کر اس کے علاوہ اور علوم و معارف لکھے ہیں۔ جیسے کہ آپ کی کتابوں اور رسالوں سے  
یہ بات ظاہر ہے۔

ہاں اَرشَدَ لَكَ اللّٰهُ تَعَالٰی! (خدا تجھے ہدایت دے) جان لے کہ حق تعالیٰ سبحانہ کی ذات  
میں علم الیقین ان آیات و نشانات کے شہود سے مراد ہے جو حق تعالیٰ کی قدرت پر دلالت کرتے ہیں اور  
ان آیات کے شہود کو سیر آفاقی کہتے ہیں۔ لیکن ذاتی شہود اور حضور میرا نفسی کے سواے متصور نہیں۔ اور

وہ سالک کے اپنے نفس میں ہوتا ہے۔

ذبحہ گر بس نیک در بس بدود

گرچہ عمرے تلک زند در خود بود

اور جو کچھ اپنے باہر میں مشاہدہ کرتا ہے سب حق تعالیٰ کی ذات پر دلائل و آثار کے مشاہدہ کی قسم سے ہے نہ کہ حق تعالیٰ کی ذات کا مشاہدہ۔

قلب المحققین سید العارفين ناصر الدین خواجہ عبید اللہ قدس سرہ الاقدس نے فرمایا ہے کہ سیر و قسم پر ہے۔ ایک سیر تخیل۔ دوسری سیر مستدیر۔

سیر تخیل بعد در بعد ہے اور سیر مستدیر قرب در قرب

سیر تخیل یہ ہے کہ اپنا مقصود اپنے دائرہ کے باہر تلاش کیا جائے۔ اور سیر مستدیر یہ ہے کہ اپنے دل کے گرد پھریں اور اپنا مقصود اپنے ہی میں تلاش کریں۔

پس وہ تعلیمات جو حسی یا مثالی صورتوں میں اور انوار کے پردہ میں ہوں، خواہ کوئی صورت ہو اور خواہ کوئی نور ظاہر ہو۔ وہ نور خواہ رنگین ہو یا بیرنگ۔ اور منتہا ہی ہو یا غیر منتہا ہی اور کائنات کو محیط ہو یا نہ ہو، سب علم الیقین میں داخل ہیں۔

حضرت مخدومی مولوی عبدالرحمن جامی قدس سرہ السامی لمعات میں اس طرح فرماتے ہیں

اے دوست ترا بہر مکان می جستم

ہر دم خبرت ز این و آن می جستم

اس مضمون میں بھی مشاہدہ آفاقی کی طرف اشارہ ہے جو علم الیقین کے لیے مفید ہے۔ اور یہ شہود چو کہ مقصود کی خبر نہیں دیتا، اور سوائے نشان و استدلال کے اس کا کچھ حضور نہیں بخشتا اس لیے دھوئیں اور گرمی کے مشاہدہ کی طرح ہے جو آگ کی ذات پر دلالت کرتا ہے۔ پس یہ شہود علم کے دائرہ سے نہیں نکل سکتا۔ اور نہ ہی عین الیقین کے لیے کچھ مفید ہو سکتا ہے۔ اور نہ ہی سالک کا وجود اس سے فانی ہو سکتا ہے۔

عین الیقین حق تعالیٰ کے شہود سے مراد ہے، بعد اس کے کہ علم الیقین سے معلوم کر چکیں اور یہ شہود سالک کے فنا کو مستلزم ہے۔ اور اس شہود کے غلبہ میں اس کا تبیین بالکل گم ہو جاتا ہے۔

۱۔ وہ اگر کتابی اچھا یا برا ہو، اگرچہ ساری عمر تلک و دو کرتا رہے اپنے دائرہ سے ہی میں رہے گا۔

۲۔ اے دوست! جس نے تجھے ہر مکان میں تلاش کیا اور ہر این و آن سے تیرے ملاقات کی جستجو کی۔





مورتوں کو حق تعالیٰ معلوم کرتے ہیں۔ مراد وہ قیینات کوئید ہیں جن کی طرف فنا نے راہ نہیں پایا۔ فَاَیْنَ  
 أَحَدُهُمَا عَنِ الْآخَرِ (ان دونوں کے درمیان بہت فرق ہے) مَا لِّلثَّوَابِ وَدَرِیْ الْاَزْبَابِ ۝ ۷  
 چہ نسبت خاک را با عالم پاک

اگرچہ ظاہر عبارت سے عوام کے نزدیک تجلی صوری (کہ جس میں اپنے آپ کو حق پاتے ہیں) اور حق الیقین  
 کے درمیان (جہاں کہ اپنے سر کو حق پاتے ہیں) کوئی فرق معلوم نہیں ہوتا۔ لیکن تجلی صوری میں اننا صورت  
 پر پڑتا ہے اور حق الیقین میں حقیقت پر۔ اور نیز تجلی صوری میں حق کو اپنے آپ سے دیکھتے ہیں۔ اور اس  
 مقام میں حق کو حق سے دیکھتے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ حق کو اپنے آپ سے نہیں دیکھ سکتے۔ یہ حق الیقین  
 ہی کامرتہ ہے جہاں کہ شہود کی حقیقت متحقق ہے۔ اور بعض مشائخ زمانہ نے جب اس فرق پر اطلاع  
 نہ پائی اور تعین کوئی کے سوا اس تعین کو نہ جانا، تو انہوں نے ان بزرگواروں پر جنہوں نے حق الیقین کی اس  
 طرح پر تفسیر و تشریح کی ہے۔ جیسے کہ مقرر و ثابت ہو چکی ہے زبان طعن و راز کی۔ بدیں خیال کہ یہ تعین  
 تجلی صوری میں جو سلوک کا اول قدم ہے، حاصل ہو جاتا ہے۔ اور اس تعین کی انہوں نے حق الیقین کے  
 ساتھ جو سلوک میں نہایت قدم ہے، تفسیر و تشریح کی ہے۔ یہ ان کا خیال کس طرح ٹھیک ہو سکتا ہے  
 جب کہ یہ امر ثابت ہے کہ وہ حق الیقین جو ان کو نہایت میں حاصل ہوتا ہے وہ ہم کو تجلی صوری میں  
 حاصل ہو جاتا ہے جو ہمارا اول قدم ہے۔

وَاللّٰهُ يَهْدِي مَنْ يَّشَاءُ اِلٰى صِرَاطٍ  
 مُسْتَقِيْمٍ - اور اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے سیدھے راستے کی  
 ہدایت دیتا ہے۔

## مکتوب نمبر ۲۷۸

لا جہد الکلیم سنائی کی طرف مارد فرمایا۔

اس بیان میں کہ عقاید کے درست کرنے اور شریعتِ مبرا کے موافق عمل کرنے کے بعد ہر شخص کو  
 لازم ہے کہ اپنے دل کو اسوائے حق سے سلامت رکھے جس کو نسیان یا سوا کہتے ہیں۔ اور طریقہ ملیہ  
 نقشبندیہ کی مدح اور مرقی یعنی مردوں کی امداد و اعانت پر ترغیب دینے اور اس کے مناسب امور  
 کے بیان میں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ  
 اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کے برگزیدہ بندوں پر



سلام ہو۔

اضطفاً۔

برادر عزیز کا مکتوب مرغوب پہنچا بہت خوشی حاصل ہوئی۔ وہ نصیحتیں جو آگے دوستوں کو کی گئی ہیں اور اب بھی کرنے کے لائق ہیں یہ ہیں کہ پہلے اہل سنت و جماعت شکر اللہ تعالیٰ بعیم کی کلامیہ عقائد کی کتابوں کے موافق اپنے عقائد کو درست کریں۔ پھر احکام فقہیہ یعنی فرض و واجب و سنت و مستحب و حلال و حرام و مکروہ و مشتبہ علمی اور عملی طور پر بجالائیں۔ اس کے بعد لازم ہے کہ ماسوائے حق کی گرفتاری سے اپنے دل کو سلامت رکھیں۔ اور دل کی سلامتی اس وقت حاصل ہوتی ہے جبکہ دل میں ماسوائے حق کا گزرنہ نہ رہے یعنی اگر بالفرض ہزار سال تک زندگی و فاکرے تو بھی حق تعالیٰ کے سوا اور کچھ دل میں نہ گزرے۔ نہ اس معنی سے کہ اشتیاء دل میں گزریں اور ان کو غیر حق نہ جانیں۔ کیونکہ یہ بات ابتدا میں توحید کے مراقبہ کرنے والوں کو بھی حاصل ہو جاتی ہے۔ بلکہ اس معنی سے کہ اشتیاء ہرگز دل میں نہ آنے پائیں۔ اور اشتیاء کا دل پر گزرنہ ہونا اس بات پر مبنی ہے کہ دل ماسوائے حق کو اس طرح بھول جائے کہ اگر مخلوق کے ساتھ بھی اشتیاء اسے یاد دلائیں تو یاد نہ آئیں۔ اس دولت کو فنائے قلب سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور اس راہ میں یہ پہلا قدم ہے۔ اور باقی جتنے ولایت کے کمالات ہیں سب اسی دولت کی فرع ہیں۔

ہیچکس راتا نگر دواو فنا نیست راہ در بار گاہ کبریا

اور اس دولت عظمیٰ تک پہنچنے کے لیے سب سے زیادہ قریب راستہ طریقہ علیہ نقشبندیہ قدس سرہ کا طریق ہے۔ کیونکہ ان بزرگواروں نے اپنی سیر کی ابتدا عالم امر سے کی ہے۔ اور قلبی قلب کے پھیرنے والے یعنی خدا کی طرف راستہ لے گئے ہیں۔ انہوں نے دوسروں کی ریاضتوں اور مجاہدوں کے بچاؤ سنت کو لازم پکڑا ہے اور بدعت سے کنارہ کشی اختیار کی ہے۔

حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ ہمارا طریقہ سب طریقوں سے زیادہ قریب ہے لیکن سنت کو لازم پکڑنا بہت مشکل کام ہے:

فَطَوِّفْ لِيْنِ تَوَسَّلْ يَهْدُ وَاقْتَدِ  
تو مبارک ہیں وہ لوگ جنہوں نے ان کے ساتھ  
وسیلہ پکڑا اور ان کی ہدایت کا راستہ  
یہدنا ہم۔

اختیار کیا۔

مولانا جامی قدس سرہ نے فرمایا ہے

لے کوئی شخص بھی جب تک فنا کا مقام حاصل نہ کرے بارگاہ کبریا تک راہ نہیں پاسکتا۔

نقشبندی عجب قافلہ سالار اند کہ بوند از رو پنهان بھرم قافلہ را  
از دل سالک ہ جا ذیہ محبت ثباں می برد و سوسہ خلوت و سکر چلہ را  
قاصر سے گر کند این طائفہ را طعن قصو حاش بشہ کہ برابرم بزباں این گلہ را  
جر شیران جہاں بستہ این سلسلہ اند رویہ از جیلہ چیاں بجلہ این سلسلہ را

دوسرے یہ کہ قاضی محمد شریف کا محبت سے بھرا ہوا فراز شنامہ پہنچا۔ چونکہ فقرہ کی محبت سے پرتقا کمال خوشی کا باعث ہوا۔ فقیر کی دعا و سلام اس کو پہنچا دیں۔

تیسرے واضح ہو کہ شیخ حبیب اللہ کا مکتوب مرغوب پہنچا۔ اس نے اپنے والد مرحوم کے فوت ہوجانے کی نسبت لکھا تھا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ فقیر کی طرف سے دعا پہنچا کہ ماتم پرسی بجالائیں اور کہیں کہ دعا و فاتحہ و استغفار سے اپنے والد مرحوم کی امداد و اعانت کریں:

فَاِنَّ الْمَيِّتَ کَا لْغَیْرِہِ یَنْتَظِرُ دَعْوَةً مردہ ڈوبنے والے کی طرح ہوتا ہے جو دعا کا منتظر رہتا ہے جو اس کو بیٹھے یا باپ یا ماں یا بھائی یا دوست کی طرف سے پہنچتی ہے۔

چوتھے واضح ہو کہ شیخ احمد ان بزرگواروں کا طریقہ اخذ کر کے بہت متاثر ہوا ہے۔ حق تعالیٰ اس کے استقامت عطا فرمائے۔ اشارہ یہ چونکہ از سر نو اسلام لایا ہے یعنی نو مسلم ہے اس لیے اس کو عقائد کلامیہ جو فارسی کتابوں میں مذکور ہیں سکھائیں اور احکام فقہیہ کی بھی تعلیم دیں۔ تاکہ فرض و واجب سنت و مستحب و حلال و حرام و مکروہ و مستحبہ کو پہچان لے۔ اور اس کے موافق اپنی زندگی بسر کرے۔ اور کتاب گلستاں و بوستاں کا پڑھنا پڑھانا بیکاری میں داخل ہے۔ والسلام

سہ نقشبندی بزرگ عجب قافلہ سالار ہیں بنو چپکے سے قافلہ کو حرم تک پہنچا دیتے ہیں۔

سالک کے دل سے ان کی محبت کی کشش دوسرہ خلوت اور فکر طبع کشی سے بے نیاز کر دیتی ہے۔

اگر کوئی کہتا ہے ہم ان کو ناقص مانتے ہیں ان پر زبان طعن دراز کرے تو اس کی مرضی میں تو خدا کی پناہ کہ ایسا لکھ شکوہ زبان پر نہ لکھیں۔ جہاں کے تمام شیرازی سلسلہ سے بندھے ہوئے ہیں۔ کوثری اپنے رلیک جیلوں سے اس سلسلہ کو درہم برہم نہیں کر سکتی۔

۴۸ بیعتی شریف۔



## مکتوب نمبر ۲۷۹

لاحسن کشمیری کی طرف صادر فرمایا۔

اس کی اس نعمت کے شکر ادا کرنے کے بیان میں کہ اس نے آپ کو طریقہ علیہ نقشبندیہ کی طرف رہنمائی کی تھی۔ اور اس کے ضمن میں اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں کا اظہار کیا ہے جو اس کے وسیلہ سے حاضر ہوئی تھیں۔  
 الْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی رَجَبٍ ۝  
 اللہ تعالیٰ کی حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر  
 الدِّیْنِ اصْطَفٰی  
 سلام ہو۔

آپ کا مبارک صحیفہ ہوا زروے کرم و التفات اس فقیر کے نام لکھا تھا، جناب مولانا ممدی علی نے پہنچایا، بڑی خوشی کا باعث ہوا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو سلامت رکھے۔

آپ نے دریافت فرمایا تھا کہ شیخ محی الدین ابن عربی کی یہ عبارت:

سَبَبٌ تَرْغِیْبٌ خَلَا قَتِیْمٌ مُدَّ ۝  
 ان کی خلافت کی ترتیب کا سبب ان کی عمروں کی  
 اَعْمَارُ ۝  
 مدت ہے۔

شیخ موصوف کی کوئی تصنیف شدہ کتاب میں واقع ہے؟

میرے مخدوم! مدت ہوئی ہے کہ فقیر نے اس عبارت کو فتوحات مکیہ میں دیکھا تھا۔ لیکن اب وہ مقام ہر چند تلاش کیا نہ ملا۔ اگر دوسری بار نظر سے گزرا تو عرض کر دیا جائے گا، ان شاء اللہ تعالیٰ۔

دوسرے یہ کہ فقیر آپ کی نعمت کا شکر ادا کرنے اور آپ کے اس احسان کا بدلہ دینے میں قصور اور

عاجزی کا اقرار کرتا ہے۔ یہ سب کاروبار اسی نعمت پر مبنی ہے اور یہ سب دید و داد اسی احسان سے

وابستہ ہے۔ آپ کے حسن توسط اور وسیلہ سے فقیر کو وہ کچھ دیا گیا ہے جو کسی نے دیکھا ہی نہیں۔ اور آپ

کے توسل کی مبین و برکت سے وہ کچھ بخشا گیا ہے کہ کسی نے اس کا مزہ چکھا ہی نہیں۔ خاص خاص عیطے اس

قدر عطا فرمائے ہیں کہ اکثر لوگوں کو ان عیطوں کا علم بھی نہیں۔ احوال و مقامات اور اذواق و مواجیب

اور علوم و معارف اور تجلیات و ظہورات سب کو عروج کے زینے بنا کر قرب کے درجوں اور وصول کی

منزلوں تک پہنچا دیا۔

قرب وصول کا لفظ بیدان عبارت کی تنگی کے باعث اختیار کیا ہے۔ ورنہ وہاں نہ قرب ہے

نہ وصول نہ عبارت ہے نہ اشارت۔ نہ شہود ہے نہ معلول نہ اتحاد ہے نہ کیفیت نہ ایں نہ آں نہ زمان

نہ مکان نہ احاطہ نہ سر بیان نہ علم نہ معرفت نہ جہل نہ حیرت

چہ گریہ با تو از مرغی نشاند کہ با غمت بود ہم آشیانہ

ز غمتا بہت نامے پیش مردم ز مرغ من بود آن نام ہم گم

ہو کہ اللہ تعالیٰ کے ان احسانوں کے اظہار میں جن کا ظہور عالم اسباب میں آپ کی اسی نعمت سے ہوا ہے۔ آپ کی نعمت کا شکر بھی شامل تھا۔ اس لیے چند فقروں میں درج کر کے تحریر کیا گیا تاکہ آپ کی نعمت کا قصور اس شکر ادا ہو جائے۔

سلام ہو آپ پر امدان تمام لوگوں پر جو ہدایت کی

راہ پر چلے۔ اور حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کی تابعت کو لازم پڑا۔

وَالسَّلَامُ عَلَیْكُمْ وَعَلَى سَائِرِ مَنِ

اتَّبَعَ الْهُدَى وَالْكَرَمُ مَتَابَعَةَ الْمُصْطَفَى

عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ الصَّلَوَاتُ وَالتَّيْلِمَاتُ

## مکتوب نمبر ۲۸

حافظہ محمود کی طرف سے صادر فرمایا۔

اس بیان میں کہ اس گروہ کی محبت سعادت کا سراپہ ہے۔ اور جس کسی کو اس نعمت سے مشرف

فرمائیں امداد مستقامت دیں اس کو سب کچھ دے دیتے ہیں۔

حمد و صلوة اور تبلیغ و دعوات کے بعد واضح ہو کہ آپ کا مکتوب شریف جو جناب مولانا ممد علی کے ہمراہ ارسال کیا تھا پہنچا اور بڑی خوشی کا موجب ہوا۔ اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کا احسان ہے کہ فقرہ کی محبت جو دنیا و آخرت کی سعادت کا سراپہ ہے، آپ کو کامل طور پر حاصل ہے اور مفاہقت کی دلائل مت لے اس میں کچھ تاثر نہیں کی۔

دو چیزوں کی محافظت ضروری ہے۔ ایک صاحب شریعت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تابعت دوسرے شیخ نقیہ کی محبت و اخلاص۔ ان دو چیزوں کے ساتھ اور کچھ دے دیں سب نعمت ہی نعمت ہے۔ اور اگر کچھ بھی نہ دیں لیکن یہ دو چیزیں راسخ اور مضبوط ہوں تو پھر کچھ غم نہیں، آخر ایک دن دے دیں گے۔ اور اگر غمزدہ باللہ ان دو چیزوں میں سے کسی ایک میں غفل پڑ جائے۔ اور احوال و اذواق لے میں بچھے اس پرندے کا نشان کیا بتاؤں جو عفا کا ہم آشیانہ ہو عفا کا نام تو لوگ جانتے ہیں، پھر پرندے کا کسی کو نام بھی معلوم نہیں۔



بھی بدستور اپنے حال پر رہیں تو ان کو استدراج جانا چاہیے اور اپنی خرابی اور بربادی میں خیال کرنا چاہیے۔ استقامت کا طریقہ یہی ہے۔ وَاللّٰهُ سَبِّحَ اَنَّهُ الْمَوْفِقُ (اللہ تعالیٰ ہی توفیق دینے والا ہے) والسلام۔

## مکتوب نمبر ۲۸۱

سیادت آب میر نعمان کی طرف صادر فرمایا۔

سلسلہ علیہ نقشبندیہ کی نسبت حاصل کرنے کی نعمت کے شکریں۔ اور اس بیان میں کہ اس طریق میں تبعیت اور وراثت کے طور پر کمالات نبوت کی طرف راستہ کھول دیتے ہیں۔ اور جو شخص اس طریق میں اپنے واقعات اور منامات یعنی غراہوں پر بھروسہ کرے اور نئے نئے امور پیدا کرے اور آداب طریقت کی رعایت نہ کرے وہ زبان کا راودنا امید رہتا ہے۔ اور اس کے مناسب امور کے بیان میں۔  
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ  
اللّٰہ تعالیٰ کی حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں  
الذّٰیْنَ اَصْطَفٰی۔  
پر سلام ہو۔

اس اعلیٰ نعمت کا شکر کس زبان سے ادا کیا جائے کہ حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ نے ہم فقراء کو اہل سنت و جماعت شکر اللہ تعالیٰ علیہم کی آراء کے موافق اپنے عقائد کو درست کرنے کے بعد طریقہ علیہ نقشبندیہ کے سلوک سے مشرف فرمایا اور اس بزرگ خاندان کے نسبت یافتہ مریدوں میں شامل کیا۔  
فقیر کے نزدیک اس طریق میں ایک قدم آگے بڑھانا دوسرے طریقوں میں سات قدم آگے بڑھنے سے بہتر ہے۔ وہ راستہ جو تبعیت اور وراثت کے طور پر کمالات نبوت کی طرف کھولا جاتا ہے وہ اسی طریقہ علیہ کے ساتھ مخصوص ہے۔ دوسرے طریقوں کی انتہا صرف کمالات ولایت کے انتہا تک ہے۔ وہاں سے آگے کمالات نبوت کی طرف کوئی راستہ نہیں کھلایا یہی وجہ ہے کہ اس فقیر نے اپنی کتابوں اور رسالوں میں لکھا ہے کہ ان بزرگواروں کا طریق اصحاب کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا طریق ہے جس طرح اصحاب کرام نے وراثت کے طور پر کمالات نبوت سے حظ وافر حاصل کیے اس طریق کے منتہی بھی تبعیت کے طور پر ان کمالات سے کامل حصہ پالیتے ہیں۔ وہ بہتندی اور متوسطہ جنہوں نے اس طریق کو لازم پکڑا ہے اور اس طریق کے منتہیوں کے ساتھ کامل محبت رکھتے ہیں وہ بھی امیدوار ہیں :

اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ لَهٗ

آدمی اسی کے ساتھ ہے جس سے اس کو محبت ہے

دور افتادوں اور مجبوروں کے لیے بڑی بھاری بشارت ہے۔ اس طریق میں بابوس اور خسارہ والا وہ شخص ہے جو اس طریق میں داخل ہو کر اس طریق کے آداب کو مدنظر نہ رکھے اور نئے نئے امور اس طریق میں داخل ہو کر اس طریق کے آداب کو مدنظر نہ رکھے اور نئے نئے امور اس طریق میں پیدا کرے۔ اور طریقت کے برخلاف اپنے واقعات اور خوابوں پر اعتماد کرے۔ اس صورت میں طریق کا کیا گناہ ہے۔ وہ اپنے واقعات و مناسبات کی راہ پر چلتا ہے۔ یعنی اپنے اختیار سے کعبہ کی طرف سے منہ پھیر کر ترکستان کی طرف جا رہا ہے۔

ترجمہ نہی بھگت کے اعرابی

ایں وہ کہ تو میری ترکستان ست

یہ اچھا نہیں ہے کہ اس طریق کے ارباب طریقت کی جمعیت اور طالبوں کی سرگرمی کے باوجود آپ کو اس جگہ سے بجا کروں۔ اس سے پہلے بھی اگر ان حدود کی سیر کے لیے اشارہ ہوا تھا تو شرائط پر مشروط تھا اور اب بھی انہی شرائط پر مشروط ہے۔ ہاں مکرر استخاروں اور انشراح قلب کے بعد اگر کسی اور شخص کو اپنے قائم مقام بھا کر تاکہ وضع سابق میں کوئی فتور نہ پڑ جائے۔ بے شبہ و بے تردد اگر اس طرف آجائیں تو ہو سکتا ہے۔ ان شرائط کے سوا وہاں کے معاملہ کو رہم بہم نہ کریں اور طالبوں کی جمعیت میں فتور نہ ڈالیں اس سے زیادہ مانعہ کیا کیا جائے۔ والسلام۔

## مکتوب نمبر ۲۸۲

حضرت ایتکس و حضرت محضر علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی ملاقات اور ان کے کچھ حالات

کے بیان میں میاں بدیع الدین کی طرف صادر فرمایا۔

۱۔ بخاری و سلم شریف بروایت مستینا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

۲۔ اے اعرابی مجھے ڈر ہے کہ تو کہیں نہیں پہنچ سکے گا کیونکہ جبراً تو نے اختیار کیا ہے وہ کچھ نہیں بلکہ ترکستان

کو جاتی ہے۔

۳۔ تفسیر معالم التنزیل میں بروایت ابن مسعود رضی اللہ عنہ مذکور ہے کہ ایسا حضرت ادریس علیہ السلام ہی کا

دوسرا نام ہے مگر دوسرے مفسرین کہتے ہیں آپ انبیائے بنی اسرائیل میں سے ہوئے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ

عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ایسیس کے چچا زاد بھائی ہیں محمد بن اسحاق کا قول ہے کہ آپ حضرت ہارون بن عمران (باقی برص ۷۵۳)



اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہٖ  
اَللّٰہِ بْنِ اَصْطَفٰی۔  
اللہ تعالیٰ کے لیے حمد ہے اور اس کے برگزیدہ  
بندوں پر سلام ہو۔

مدت سے یارانِ طریقت حضرت خضر علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے حالات کی نسبت دریافت کیا کرتے تھے۔ چونکہ فقیر کو ان کے بارے میں پوری پوری اطلاع نہ تھی اس لیے جواب میں توقف کیا کرتا تھا۔ آج صبح کے حلقہ میں دیکھا کہ حضرت ایساں و حضرت خضر علی نبینا وعلیہما الصلوٰۃ والسلام روحانیوں کی صورت میں حاضر ہوئے۔ اور تلقی روحانی یعنی روحانی ملاقات سے حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ ہم عالم ارواح میں سے ہیں۔ حق سبحانہ و تعالیٰ نے ہماری ارواح کو ایسی قدرت کاملہ عطا فرمائی ہے کہ اجسام کی صورت میں تشل ہو کر وہ کام جو جسموں سے وقوع میں آئیں یہی جسمانی حرکات و سکنات اور جسدی طاعات و عبادات ہماری ارواح سے صادر ہوتی ہیں۔

اس اثنا میں پرچھا کہ آپ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کے موافق نماز ادا کرتے ہیں؟ فرمایا کہ ہم شرائع کے ساتھ مکلف نہیں ہیں، لیکن چونکہ قطب دار کے کام ہمارے سپرد ہیں اور قطب دار امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب پر ہے اس لیے ہم بھی اس کے پیچھے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کے موافق نماز ادا کرتے ہیں۔

اس وقت یہ بھی معلوم ہوا کہ ان کی طاعت پر کوئی جزا مترتب نہیں ہے۔ صرف طاعت کے ادا کرنے میں اہل طاعت کے ساتھ موافقت کرتے ہیں اور عبادت کی صورت کو مد نظر رکھتے ہیں۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ولایت کے کمالات فقہ شافعی کے ساتھ موافقت رکھتے ہیں اور کمالات نبوت کی مناسبت فقہ حنفی کے ساتھ ہے۔ اگر بالفرض اس امت میں کوئی پیغمبر مبعوث ہوتا تو فقہ حنفی کے موافق عمل کرتا۔

اس وقت حضرت خواجہ محمد یار سادہ سمرقند کے اس سخن کی حقیقت بھی معلوم ہو گئی جو اس وقت (بقیہ حاشیہ صفحہ ۷۵۲) برابر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اولاد سے ہیں اور حضرت خلیل نبی کے بعد مبعوث ہوئے اور بنی اسرائیل کے داعی حق بن کر تشریف لائے۔ پھر آپ نے حضرت الیسع کو اپنا خلیفہ بنایا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو آسمانوں پر زندہ اٹھایا۔ اب آپ کا نے پینے سے بے نیاز ہیں اور اعلیٰ میں تشریف فرما ہیں۔

۱۷ خواجہ محمد یار سادہ سمرقند حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کے دوسرے خلیفہ تھے۔ اسلامی علوم کے ماہر کامل اور درج و تقویٰ سے آراستہ تھے۔ پارسا آپ کا لقب ہے جو حضرت خواجہ نے آپ کو عطا فرمایا۔ نام مبارک محمد بن محمود الحافظ البخاری۔

فصول ستر میں نقل کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نزول کے بعد امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذہب کے موافق عمل کریں گے۔

اس وقت دل میں گزرا کہ ان دونوں بزرگواروں سے کچھ سوال کرے۔ انہوں نے فرمایا کہ جس شخص کے حال پر اللہ تعالیٰ کی عنایت شامل ہو وہاں ہمارا کیا دخل ہے۔ گویا انہوں نے اپنے آپ کو دریاں سے نکال لیا۔ اور حضرت ایسا علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس گفتگو میں کوئی بات نہ فرمائی۔ والسلام۔

## مکتوب نمبر ۲۸۳

صوفی قربان کی طرف صادر فرمایا۔

اس بیان میں کہ شب معراج میں حضرت رسالت خاقیت علیہ علی آل الصلوٰۃ والتسلیمات

کی رویت دنیا میں واقع نہیں ہوتی بلکہ آخرت میں واقع ہوتی ہے۔

آپ نے دریافت کیا تھا کہ اہل سنت و جماعت کا اجماع اس بات پر ہے کہ رویت دنیا میں واقع

نہیں ہے۔ اور اکثر علمائے اہل سنت و جماعت نے شب معراج میں حضرت رسالت خاقیت علیہ علی آل الصلوٰۃ والتسلیمات کی رویت سے منع فرمایا ہے۔

قَالَ يَحْيَىٰ الْإِسْلَامُ وَالْأَصْحَابُ أَنَّهُ عَلَيْهِ  
الصلوة والسلام ما رأى ربه ليلة

معراج کی رات اپنے رب کو نہیں دیکھا ہے۔

الْبَعْثِ

اور تو نے اپنے رسائل میں شب معراج کو آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رویت کے دنیا میں واقع ہونے

کا اقرار کیا ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے؟

اس کے جواب میں مکتا ہوں کہ شب معراج میں آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رویت دنیا میں واقع

نہیں ہوتی ہے بلکہ آخرت میں واقع ہوتی ہے۔ اس لیے کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام اس رات چونکہ

دائرہ مکان و زمان اور تنگی امکان سے باہر نکل گئے تھے۔ اس لیے ازل وابد کو آن واحد میں معلوم کر لیا۔

اور ہدایت و نہایت کو ایک ہی نقطہ میں متحد دیکھا۔ اور ان اہل بہشت کو جو کئی ہزار سال کے بعد بہشت میں

جائیں گے، بہشت میں دیکھ لیا۔ عبدالرحمن بن عوف کو جو فقرائے صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے



پانچ سو سال کے بعد ہیشت میں جائیں گے دیکھا کہ اس مدت کے گزرنے سے پہلے ہی آگئے۔ اور انھیں علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس توقع کی وجہ پر بھی پس وہ رویت جو اس مقام میں واقع ہوئی وہ رویت آخرت ہے اور اس اجماع کے منافی نہیں ہے جو رویت کے عدم وقوع پر ہوا ہے۔ اور اس کو رویت دنیوی کہنا تجویز پر محمول ہے اور ظاہر پر مبنی ہے۔

وَاللّٰهُ سُبْحَانَهُ اَعْلَمُ بِحَقِّكَ الْاَمْرِ  
اللہ تعالیٰ تمام امور کی حقیقتوں کو جاننے والا ہے

کَلِمَاتًا

## مکتوب نمبر ۲۸۲

لا بعد القادر البالی کی طرف صادر فرمایا۔

اس بیان میں کہ احوال و مواجید عالم امر کا حصہ ہیں اور ان احوال کا علم عالم خلق سے تعلق رکھتا ہے حضرت امام ربانی قدس سرہ کا صرف سے متعلق یہ بیان پہلے اوقات سے تعلق رکھتا ہے۔ معاملے کی اصل حقیقت وہی ہے جو آپ نے اُس مکتوب میں بیان فرمائی ہے جو آپ نے طریقت کے بیان میں اپنے بڑے صاحبزادے (حضرت خواجہ محمد صادق رحمۃ اللہ علیہ) کی طرف تحریر کیا ہے۔

جاننا چاہیے کہ انسان کا ظاہر عالم خلق سے مرکب ہے اور باطن عالم امر سے۔ اسی طرح جبریت، جمالت، عجز اور ناامیدی جو انتہا میں جا کر نقیب ہوتی ہے عالم امر سے ہے۔ جو باطن سے انسان ہے۔ ظاہر کو مطابق

وَلَا دَعْوَىٰ مِنْكَ اَيُّ قَيْصِيَّةٍ

نہیں کہ بھی دعوں کے پیالہ سے حصہ لے ہے۔ واردات کی قوت اور زیادتی کے وقت حصہ لے ہے۔ اگرچہ اس کے لیے ثبات اور قرار نہیں ہوتا لیکن کچھ رنگ ضرور چٹھ جاتا ہے۔ انسان کے ظاہر سے جو چیز بالذات تعلق رکھتی ہے وہ ان احوال کا علم ہے۔ کیونکہ باطن کو توان احوال کا حصول ہوتا ہے نہ ان کا علم۔ احوال اگر ظاہر نہ ہوتے تو دانش اور تیز کار راستہ نہ نکلتا۔ سرور ثنائیہ اور معارج و مقامات کا ظہور ظاہر کے ادراک کے لیے ہے پس باطن تو حال سے آراستہ ہوتا ہے اور ظاہر حال کے علم سے موصوف ہوتا ہے۔

اس بیان سے معلوم ہوا کہ وہ اولیاء اللہ جو صاحب علم ہیں اور وہ جو علم سے حصہ نہیں رکھتے، دونوں میں احوال کے نفس حصول میں کوئی فرق نہیں۔ اگر فرق ہے تو صرف یہ ہے کہ ایک گروہ ان احوال

کا علم بھی رکھتا ہے اور دوسرا احوال کے علم سے موصوف نہیں۔

مثلاً ایک شخص جس پر بھوک کی حالت طاری ہو اور بھوک نے اسے بے قرار اور بے آرام کر رکھا ہو، اس کے ساتھ ساتھ وہ یہ بھی جانتا ہو کہ اس حالت کو بھوک سے تعبیر کرتے ہیں۔ اسی طرح ایک دوسرا شخص ہو جس پر بھوک کی ایسی ہی حالت طاری ہو لیکن وہ یہ نہ جانتا ہو کہ اس حالت کو بھوک سے تعبیر کرتے ہیں۔ تو یہ دونوں شخص اس حالت کے نفس حصول میں برابر ہیں۔ فرق صرف جاننے اور نہ جاننے کا ہے۔

معلوم ہونا چاہیے کہ جو جماعت علم نہیں رکھتی ہے وہ قسم ہے۔ ایک تو وہ لوگ ہیں جو احوال کے نفس حصول کو بھی بالکل نہیں جانتے اور نہ احوال کے اختلافات اور تغیر و تبدل کو جانتے ہیں۔ دوسرے وہ لوگ ہیں جو تلویضات (تغییر) احوال سے خبر رکھتے ہیں لیکن احوال کی تعیین و تشخیص نہیں کر سکتے۔ یہ دوسری جماعت اگرچہ احوال کی تشخیص و تعیین نہیں کر سکتی لیکن ان کا شمار احوال والوں میں ہے اور پیر بننے کے لائق ہیں۔ تشخیص احوال ہر شیخ کا کام نہیں بلکہ تشخیص کی یہ دولت زمانہ دراز کے بعد ظاہر ہوتی ہے، اور کسی ایک کو اس دولت سے نوازتے ہیں اور دوسروں کو اس کے علم کے حائل کرتے ہیں اور اس کا طفیل بنا دیتے ہیں۔ انبیاء اولوالعزم صلوات اللہ تعالیٰ و تسلیما تہ، علیہم السلام دراز کے بعد معروث ہوتے تھے۔ اور ان میں سے ہر ایک الگ الگ احکام کے ساتھ مخصوص ہوتا تھا۔ اور دوسرے انبیاء کرام علیہم الصلوٰات والرحمات ان کے تابع ہونے کی حیثیت سے تشریف لاتے تھے اور انہی احکام پر امتفا کرتے تھے۔

خاص کنندہ مصلحت عام را

## مکتوب نمبر ۲۸۵

میر سید محبت اللہ انکیزی کی طرف صادر فرمایا۔

سماع، و ہد، رقص اور بعض ان معارف کے بیان میں جو روح سے تعلق رکھتے ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ

اللہ تعالیٰ عام لوگوں کی مصلحت اور بہتری کے لیے کسی ایک بندے کو خاص کر لیتا ہے۔



بندوں پر سلام

الَّذِينَ اضْطَحَلُوا

اے باوجود تو اس بات کو جان! ارشدك الله تعالى طريق التمداد والهمك صراط الرشاد  
کہ سماع اور وجد اس جماعت کے لیے نفع مند ہے جو احوال کے تغیر سے متصف اور اوقات کے تبدل  
کے ساتھ واقف رہے جو ایک وقت میں حاضر اور دوسرے وقت میں غائب ہوتی ہے۔ نیز جو ایک  
وقت میں اپنے مقصود کو پانے والے اور دوسرے وقت میں اسے گم کرنے والے ہیں۔ یہ لوگ  
اربابِ قلوب ہیں جو تجلیات معناتیہ کے مقام میں ایک صفت سے دوسری صفت کی طرف اور ایک  
اسم سے دوسرے اسم کی طرف منتقل ہوتے اور بدلتے رہتے ہیں۔ احوال کا تغیر و تبدل ان کا نقد  
وقت ہے اور امیدوں کی پراگندگی ان کے مقام کا حاصل اور خلاصہ ہے۔ دائمی حال کا نصیب ہونا  
ان کے لیے محال ہے اور وقت کا ایک ہی کیفیت پر قائم رہنا ان کے حق میں منتفع ہے۔ ایک  
وقت حالت قبض میں ہوتے ہیں اور دوسرے وقت بسط میں۔ یہ لوگ ابن الوقت ہیں اور اس کے  
مغلوب ہیں۔ ان کو کبھی تو عروج نصیب ہوتا ہے اور کبھی نیچے اتر آتے ہیں۔

(اس کے برعکس) تجلیات ذاتیہ والے جو مقام قلب سے مکمل طور پر باہر آچکے ہیں۔ اور مغلوب  
قلب (اللہ تعالیٰ) سے پیوستہ ہو چکے ہیں اور کلیئہ احوال کی غلامی سے نکل کر احوال میں تبدیلی پیدا  
کرنے والے (رب تعالیٰ) کے ساتھ آزادی حاصل کر چکے ہیں سماع اور وجد کے محتاج نہیں۔ کیونکہ  
ان کا وقت اور حال دائمی ہے۔ بلکہ ان کے لیے کچھ وقت اور حال نہیں۔ تو یہ لوگ ابر الوقت اور  
اصحاب تکلیف ہیں۔ اور یہی واصل ہیں جو رجوع سے قطعاً محفوظ ہیں۔ اور نہ ان سے ان کا مقصود گم ہو سکتا  
ہے۔ اور جب عدم یافت ان کے لیے متصور نہیں تو یافت اور وجد بھی ان کے لیے نہیں۔

ہاں منتہی لوگوں کی ایک قسم ایسی ہے کہ استمرار وقت کے باوجود سماع ان کے لیے نافع ہے  
اس کا مفصل بیان اس مکتوب کے آخر پر ان شاء اللہ تعالیٰ آئے گا۔

کوئی اگر یہ سوال کرے کہ حضرت رسالت خاتیت علیہ علی آلا الصلوٰۃ والتیمتہ نے فرمایا ہے:  
لِيَمَّ اللَّهُ وَجْهَكَ لَا يَنْصَبْكَ فِيهِ  
مِلْكٌ مُّقَرَّبٌ وَلَا يَنْفِي مَرَّاسٍ  
میرا اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایسا وقت ہوتا ہے  
جس میں کسی مقرب فرشتہ اور نبی مرسل کی  
گنجائش نہیں۔

۱۷ اللہ تعالیٰ تجھے بیدار اور نیکی کا راستہ دکھائے۔

۱۸ یہ حدیث مبارک رسالہ تفسیر یہ میں بھی موجود ہے۔

اس حدیث سے مفہوم ہوتا ہے کہ وقت دائمی نہیں ہوتا۔ قرین اس کا جواب یہ دیتا ہوں کہ اس حدیث کے صحیح ہونے کی صورت میں بعض مشائخ نے یہ معنی بیان کیے ہیں:

أَيُّ فِي مَعَ اللَّهِ وَفَتْ مُسْتَحَرًّا

یعنی مجھے اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہمیشہ ایسا وقت نصیب رہتا ہے۔

اگر حدیث کا مطلب یہ ہو تو پھر کچھ اشکال ہی نہیں۔

دوسرا جواب ہم یہ دیتے ہیں کہ اس وقت مستمر میں کسی وقت کوئی خاص کیفیت میسر آتی ہو، اور وقت سے وہ نادر وقت مراد ہو۔ اس صورت میں بھی اشکال رفع ہو جاتا ہے۔

اگر یہ سوال کریں ممکن ہے کہ اس کیفیت کے حاصل کرنے میں سُری آواز سننے کا بھی دخل ہو۔ لہذا منتہی بھی اس کیفیت کے حصول کے لیے سماع کا محتاج ہے۔ تو اس کا جواب یہ دیتا ہوں کہ اس کیفیت کا حصول غالباً ادا کے ناز کے وقت ہوتا تھا۔ اور یہ وہ نماز بھی کسی وقت اس کیفیت کا حصول ہوتا ہو تو وہ بھی نماز کے نتائج و ثمرات سے ہوگا۔ ہر گز یہ کہ حدیث: قُرْبِي عَيْنِي فِي الصَّلَاةِ یعنی میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے، میں اسی کیفیت نادرہ کی طرف اشارہ ہو۔ ایک دوسری حدیث میں اس طرح وارد ہے:

أَقْرَبُ مَا يَكُونُ الْعَبْدُ مِنَ الرَّبِّ فِي

بندہ کو اللہ تعالیٰ کا سب سے زیادہ قرب نماز میں حاصل ہوتا ہے۔

الصَّلَاةِ۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَأَقْبَضْ وَأَشْرَبْ

سجدہ کر اور (اپنے رب کے) قریب ہو جا

اور اس میں کچھ شک نہیں کہ وہ تمام اوقات جن میں قرب الہی بل شائہ زیادہ ہوگا غیر حق کی گنجائش کی نفی بھی زیادہ ہوگی۔ پس اس حدیث اور مذکورہ آیه کریمہ سے یہ بھی مفہوم ہوتا ہے کہ وہ وقت نماز ہی ہے۔ استمرار وقت اور دوام وصل کی دلیل مشائخ کرام کا اتفاق و اجماع ہے۔ چنانچہ حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جو شخص بھی واپس لوٹا وہ راستے ہی سے واپس لوٹا۔ اور جس کو وصل نصیب ہو گیا وہ واپس لوٹنے سے محفوظ و آمون ہے۔

اور یادداشت ہو جناب قدس خداوندی جل سلطانہ میں دوام حضور سے عبارت ہے بطریقہ حضرات اہل دار تقنی۔

۲۷ مسلم، ابوداؤد اور نسائی شریف بروایت ابوبریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔



خواجگان (نقشبندیہ) قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم میں ایک مقرر اور طے شدہ امر ہے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ دوام وقت کا انکار عدم وصول کی علامت ہے۔ مشائخ کرام کی ایک چھوٹی سی جماعت جیسے حضرت ابن عطا اور ان کی طرح کے لوگ جو واصل کے لیے صفات بشریت کی طرف رجوع جازہ فرماتے ہیں۔ اور ان کی اس بات سے عدم دوام وقت مفہوم ہوتا ہے، جواز رجوع میں اختلاف کرتے ہیں وقوع میں وہ بھی اختلاف نہیں کرتے۔ کیونکہ واصل کے لیے رجوع کا وقوع ہرگز نہیں ہو سکتا جیسا کہ ارباب طریقت پر عقیقی نہیں۔ پس عدم رجوع پر مشائخ کرام کا اجماع و اتفاق ثابت ہو گیا۔ اور یہ بھی ثابت ہو گیا کہ بعض کا اختلاف صرف جواز رجوع میں ہے نہ اس کے وقوع میں۔ اس مضمون کو ذہن میں رکھو۔

ارباب طریقت کے منتہی لوگوں کا ایک گروہ ایسا ہے جنہیں درجات کمال اور مشاہدہ جمال لاؤزال کے وصول کے بعد زور کی سردی لاحق ہوتی ہے اور مکمل تسلی حاصل ہو جاتی ہے۔ جو انہیں منازل وصول تک عروج سے روک لیتی ہے۔ کیونکہ انہوں نے ابھی منازل وصول اور طے کرنے ہوتے ہیں۔ اور ان کے مدارج قرب ابھی تک حد نہایت تک نہیں پہنچے ہوتے۔ اس کے باوجود عروج کی طرف رغبت رکھتے ہیں اور مطلوب کے کمال قرب کی آرزو رکھتے ہیں۔ اس صورت میں ان کے لیے سماع مفید اور حرارت بخش ہوتا ہے۔ تو ایسے حضرات کو ہر وقت سماع کی مدد سے منازل قرب تک عروج میسر آتا ہے۔ تسکین حاصل ہونے کے بعد ان منازل سے نیچے آتے ہیں لیکن ان مقامات عروج کا رنگ ساتھ لاتے ہیں اور اس رنگ سے رنگین ہوتے ہیں۔ تاہم ان کی یہ یافت عدم یافت کے بعد نہیں ہوتی کیونکہ عدم یافت ان کے حق میں مفقود ہے۔ بلکہ دوام وصل کے ہوتے ہوئے یہ جدا اور یافت منازل قرب تک ترقی کے لیے ہوتی ہے۔ منتہی اور واصل لوگوں کا سماع اسی جنس سے ہے۔ ان لوگوں کا سماع کی ضرورت اس لیے لاحق ہوتی ہے کہ فنا اور بقا کے بعد اگرچہ انہیں جذبہ عطا کر دیا جاتا ہے۔ لیکن ان کی طبیعت کا شدید طور پر سرد ہو جانا جذبے پر غالب آ جاتا ہے اور منازل عروج تک ترقیات کے لیے تنہا جذبہ کفایت نہیں کرتا تو سماع کی ضرورت محسوس کرتے ہیں۔

مشائخ کرام قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کا ایک اور گروہ ہے جن کے نفوس درجہ ولایت تک وصول کے بعد مقام بندگی میں اتر آتے ہیں۔ ان کی ارواح نفس کی مزاحمت کے بغیر اپنے مقام اصلی میں جناب قدس کی طرف متوجہ رہتی ہیں۔ انہیں ہر وقت نفس مطمئنہ کے مقام میں جو مقام بندگی میں قرار پذیر اور راسخ ہو چکا ہوتا ہے روح کو مدد پہنچتی رہتی ہے۔ روح کو اس امداد کے ذریعے اپنے مطلوب کے ساتھ



مناسبت خاص پیدا ہو جاتی ہے۔ لہذا ان بزرگوں کو عبادات میں آرام نصیب ہوتا ہے اور حقوق بندگی اور طاعات کے ادا کرنے میں تسکین حاصل ہوتی ہے۔ ان کی طبیعت میں عروج کی طرف رغبت کم ہوتی ہے۔ اور ان کے باطن میں بندی کی طرف پڑھنے کا شوق بھی قلیل ہوتا ہے۔ ابھی ان کی پیشانی متابعت شریعت سے روشن ہوتی ہے۔ اور اتباع سنت کے سرمد سے ان کا دیدہ بصیرت سرنگیں ہوتا ہے اس لیے یہ حضرات تیز نظر ہوتے ہیں اور دور سے وہ چیز دیکھ لیتے ہیں جسے نزدیک والے دیکھنے سے عاجز ہوتے ہیں۔ یہ لوگ اگرچہ عروج کم رکھتے ہیں لیکن نورانی ضرور ہوتے ہیں۔ اور اپنے مقام بندگی میں ہوتے ہوئے نور اصل سے منور ہوتے ہیں۔ یہ لوگ اپنے اس مذکورہ مقام میں ہوتے ہوئے عظیم شان رکھتے ہیں اور اپنی قدر کے مالک ہوتے ہیں۔ ان لوگوں کو سماع اور وجد کی کوئی حاجت نہیں۔ عبادات ہی ان کے لیے سماع کا کام کرتی ہیں اور اصل کی نورانیت عروج سے کفایت کر جاتی ہے۔

اہل سماع اور وجد کے مقلدین کی جماعت جو ان بزرگوں کی عظمت شان سے ناواقف ہے اپنے آپ کو زمرہ عشاق میں تصور کرتی ہے۔ اور ان بزرگوں کو خشک زاہد۔ گویا یہ جامہ مقلدین عشق و محبت کو رقص و وجد میں منحصر جاتے ہیں۔ (حالانکہ حقیقت حال اس کے خلاف ہے)۔

منتہی ارباب طریقت کا ایک اور گروہ ہے جس کو سیر الی اللہ اور بقا باللہ کے راستے طے کرنے کے بعد جذبہ قری عنایت فرمایا جاتا ہے اور کارکنانِ قضا و قدر انجذاب کی کنڈی سے قرب و وصال تک کشاں کشاں لے جاتے ہیں۔ اس گروہ میں سردی سرایت اور تاثیر نہیں کر سکتی۔ اور ان کے لیے تسلی نادر ہے۔ یہ حضرات اپنے عروج میں نادر امور اختیار کرنے کے محتاج نہیں۔ سماع اور رقص کا ان کی خلوت کے تنگ کوچ میں گز نہیں ہو سکتا۔ اور وجد و تواجد کو ان سے کچھ سروکار نہیں۔ یہ حضرات ممکن الوصول تر بہ نہایت نہایت تک اس عروج انجذاب کے فریبے پہنچتے ہیں اور حضور سرور کائنات علیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام والقیامات والقیات کی متابعت کے وسیلہ سے اس مقام سے جو حضور سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مخصوص ہے کچھ حصہ پالیتے ہیں۔ وصول کی قیم طائفہ افراد کے ساتھ مخصوص ہے اقطاب بھی اس مقام سے حصہ نہیں پاسکتے۔

اگر بعض فضل ایزدی جل سلطانہ سے اس نہایت نہایت تک پہنچنے والے گروہ کو دعوت کے لیے عالم طرف واپس لائیں اور طالبانِ حق کی تربیت ان کے حوالہ کریں تو ان کا نفس مقام بندگی میں نیچے اتر آتا ہے اور اس کی روح نفس کی آمیزش کے بغیر جناب مقدس حق تعالیٰ کی طرف متوجہ رہتی ہے۔ یہی گروہ ہے جو کالات فردیت کا جامع اور تکمیلات قطبییت پر حاوی ہے۔ یہاں قطب سے میری مراد قطب ارشاد قطب اوتار



نہیں۔ مقامات ظلی کے علوم اور معارج اصلی کے معارف اس کو میسر ہیں۔ بلکہ جہاں وہ ہے وہاں نہ ظن ہے اور نہ مصل۔ ظن اور اصل سے اسے آگے گزار کر لے گئے ہیں۔ اس طرح کے کامل و مکمل نہایت قلیل الوجود ہیں۔ اگر مثلاً دراز اور طویل زمانوں کے بعد بھی ایسے شخص کا ظہور ہو تو بہت غیبت ہے۔ ایک جہاں اس کے فیض سے منور ہو گا۔ اس کی نظر امراض قلبیہ کو شفا بخشتی ہے اور اس کی توجہ اخلاق ربوبہ اور ناپسندیدہ کو دفع کرتی ہے۔ یہی وہ ہستی ہے جو معارج معروج کو مکمل کر کے نیچے مقام بندگی میں اُتر آئی ہے۔ اور عبادات کے ساتھ اس نے اور آرام پکڑا ہے۔

مقام عبدیت سے کہ مقامات ولایت میں اس سے اوپر کوئی مقام نہیں اس گروہ میں سے بعض کو منتخب کر کے اس مقام سے مشرف کرتے ہیں۔ اور مرتبہ مجربیت کے لائق بھی یہی لوگ ہیں۔ تمام کمالات کا جامع تو مرتبہ ولایت ہے اور تمام مقامات پر حاوی درجہ دعوت ہے۔ جو مرتبہ ولایت خاصہ اور نبوت سے بہرہ ور ہے۔ خلاصہ یہ کہ اس پر یہ مصرع صادق آتا ہے ۷

آنچہ خرباں ہمہ دارند تو تنہا داری

اس بات کو ذہن نشین کر لو۔

معلوم ہونا چاہیے کہ مبتدی کے لیے سماع اور وجد معزز ہے اور عروج کے منافی ہے، اگرچہ شرائط سماع کے مطابق ہو۔ سماع کی شرائط کا کچھ بیان اس مکتوب کے آخر میں ان شاء اللہ تعالیٰ تحریر کیا جائیگا۔ مبتدی کا وجد بیماری کا شکار ہے اور اس کا حال دیال ہے۔ اس کی حرکت طبعی ہوتی ہے اور خواہش نفسانی سے مخلوط ہوتی ہے۔ اور مبتدی سے میری مراد وہ شخص ہے جو ارباب قلوب میں سے نہ ہو۔ اور ارباب قلوب منتہی اور مبتدی لوگوں کے درمیانی مقام میں ہیں۔ اور منتہی وہ ہے جو فانی فی اللہ اور باقی باللہ ہو۔ یہی حاصل کامل ہوتا ہے۔ اور انتہا کے بہت سے درجات ہیں جو ایک دوسرے کے اوپر ہیں۔ اور درجوں کے اس قدر مراتب ہیں جو ابدالاً بالآداب تک طے نہیں ہو سکتے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ سماع صرف متوسط اور منتہی حضرات کے ایک طبقے کے لیے نفع مند ہے۔ جیسا کہ اوپر مذکور ہوا۔

لیکن جاننا چاہیے کہ تمام ارباب قلوب (متوسط) حضرات کے لیے سماع مفید نہیں۔ بلکہ ان میں سے بھی صرف ان لوگوں کے لیے نفع مند ہے جو دولت جذبہ سے مشرف نہیں اور ریاضات اور مجاہدات ثباتہ کے ذریعہ قطع مسافت کرنا چاہتے ہیں۔ سماع اور وجد اس صورت میں ان لوگوں کے لیے ممد و معاون ہے اور اگر ارباب قلوب صاحب جذبہ ہوں تو ان کا سلوک کے راستوں کو طے کرنا جذبہ کی مدد سے ہوتا ہے۔

۷ جو کمالات سارے حسین الگ الگ رکھتے ہیں تو ایک لایان سب کا جامع ہے۔

سماع کی انہیں ضرورت نہیں ہوتی۔

اور یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ جن کے لیے سماع نفع مند ہے وہ بھی شرائط کے ساتھ مشروط ہے۔ مطلقاً نفع مند نہیں۔ شرائط کے بغیر سماع نقصان دہ چیز ہے۔

ان شرائط میں سے ایک شرط یہ ہے کہ اپنے کامل ہونے کا حقیقہ نہ رکھے۔ اور اگر وہ اپنے کامل ہونے کا اعتقاد رکھتا ہو تو ترقی سے رک رہے گا۔ اس شخص کو بھی سماع کچھ نہ کچھ فائدہ دیتا ہے۔ لیکن تسکین اور اطمینان کے بعد اس مقام سے پھر نیچے آ جاتا ہے۔ اور سماع کی دوسری شرائط مستقیم الاحوال اکابر کی کتابوں مثلاً عوارف المعارف وغیرہ میں وضاحت کے ساتھ مذکور ہیں۔

ان شرائط میں سے اکثر آج کل کے سماع سننے والوں میں مفقود ہیں۔ بلکہ اس قسم کا سماع اور رقص جو اس وقت عام ہے اور اس قسم کا اجتماع جو آج کل مروج ہے کوئی شک نہیں کہ یہ سراسر مضر اور قرین باطنی کے بالکل منافی ہے۔ ایسے سماع سے عروج کا خیال کرنا بالکل بے معنی ہے۔ اور اس صورت میں روحانی ترقی متصور نہیں ہو سکتی۔ اس مقام میں سماع سے امداد و اعانت معدوم ہے۔ بلکہ اس کی جگہ مضر اور مضافات موجود ہے۔

تنبیہ:

سماع اور رقص اگرچہ بعض منتہی ارباب طریقت کو بھی درکار ہوتا ہے، لیکن ان حضرات کو ابھی مراتب عروج درپیش ہوتے ہیں۔ اس لیے یہ اس لحاظ سے متوسط لوگوں میں شمار ہوتے ہیں۔ اور جب تک ممکن ہو اصول مراتب عروج مکمل طور پر طے نہ کر لیں اتنا کی حقیقت ان سے مفقود ہوتی ہے۔ نہایت کمنا سیرالی الشریکی نہایت کے اعتبار سے ہے۔ اور اس سیر کی نہایت اس اسم تک ہے جو اس سالک کا منظر ہے۔ اس کے بعد اس اسم اور اس کے تعلقات میں سیر ہوتی ہے۔ اور جب اسم اور اس کے تمام تعلقات جو ارباب طریقت پر منکشف ہوتے ہیں سے گزر کر منحنی حقیقی تک پہنچتا ہے۔ اور وہاں فنا اور بقا سے مرصوف ہوتا ہے۔

اے عوارف میں ہے کہ شیخ ابو عبد الرحمن سلمی فرماتے ہیں میں نے اپنے دادا سے سنا کہ فرماتے تھے کہ محفل سماع میں شریک ہونے والے کو چاہیے دل زندہ اور نفس مردہ کے ساتھ محفل میں شریک ہو، اور جس کا دل مردہ اور نفس زندہ ہو اس کے لیے سماع حلال نہیں۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے ایسا دالعلوم میں فرمایا ہے کہ آپ سماع میں یہ بات بھی داخل ہے کہ سماع میں شریک ہونے والا وقت جگہ اور شریک محفل ہونے والوں کی رعایت کرے۔

اسلامیہ کتاب شیخ الشیوخ شباب الدین ابو حفص عمر بن محمد بن عبد اللہ سروردی المتوفی ۷۳۵ھ کی تصنیف میقت ہے اور ۹۳ ابواب پر مشتمل ہے۔ علامہ میر سید شریف جرجانی المتوفی ۱۱۵۹ھ نے اس تعلیقات لکھی ہیں، کشف الظنون۔



تو اس وقت منتہی حقیقی بنتا ہے۔ اور فی الحقیقت سیر الی اللہ کی نہایت اسی صورت میں متحقق ہوتی ہے نہایت اول کو جو اسم کی نہایت تک ہے اسے بھی نہایت سیر الی اللہ اعتبار کر لیتے ہیں۔ اور اس فنا اور بقا کے لحاظ سے جو اس مرتبہ میں حاصل ہوتی ہے اسم ولایت کا اطلاق کر دیتے ہیں۔ اور یہ جو صوفیہ نے کہا ہے کہ سیر الی اللہ کی کوئی نہایت نہیں قریہ سیر بقا میں ہے اور منازل عروج طے کرنے کے بعد ہے۔ اور سیر فی اللہ کی بے نہایتی کا یہ معنی ہے کہ اس اسم میں سیر واقع ہوتی ہے۔ اور اس اسم میں مندرج تمام شیونات سے تفصیل کے ساتھ موصوف ہوتا ہے، تو اس سیر کی نہایت تک بالکل نہیں پہنچ سکتا کیونکہ ہر اسم بے انتہاء شیونات پر مشتمل ہوتا ہے لیکن وقت عروج میں (کارکنان فضا و قدر) اگر چاہتے ہیں تو اس کو آگے گزار کر لے جانا چاہیں تو ممکن ہے کہ ایک ہی قدم میں اس اسم کو طے کر لے اور نہایت النہایت تک پہنچ جائے۔ اور اگر وہیں فنا ہو جائے تو نہ سعادۃت اور بزرگی۔ اور اگر مخلوق کی تربیت کے لیے اسے واپس لائیں تو نہ فضیلت۔ یہ گمان نہ کرنا کہ اس اسم تک پہنچنا آسان کام ہے۔ جان کو ہلاک کرنا پڑتا ہے تب جا کر اس دولت سے مشرف کرتے ہیں۔ دیکھیے، ارباب طریقت کے گروہ سے کس صاحب نصیب کو اس اعلیٰ درجہ کی نعمت سے سرفراز کرتے ہیں۔

اور اسے نارسیدہ سالک! جسے تو تنزیہ اور تقدیس خیال کرتا ہے وہ مقام روح سے بھی بہت نیچے ہوتے ہیں۔ وہ تنزیہ جو تیرے خیال میں فوق العرش معلوم ہوتی ہے وہ بھی دائرہ تشبیہ میں داخل ہے۔ اور وہ منزہ مکشوف عالم ارواح میں سے ہے کیونکہ عرش تمام جہات کو محیط اور عالم اجسام کی منتہا ہے۔ عالم اربع عالم جہات و اجسام سے ماوراء ہے کیونکہ روح لامکانی شے ہے۔ مکان میں نہیں سما سکتی۔ اور روح کو عرش سے اوپر ثابت کرنا تجھے اس وہم میں نہ ڈال دے کہ روح تجھ سے دور ہے اور تیرے اور روح کے درمیان مسافت و دراز واقع ہے۔ حقیقت حال اس طرح نہیں بلکہ روح کے لامکانی ہونے کے باوجود اسے تمام جگہوں سے نسبت برابر ہے۔ ماوراء عرش کہنے کے دوسرے معنی ہیں۔ جب تک تو وہاں نہ پہنچے اس معنی کا ادراک نہیں کر سکتا۔

صوفیہ کا ایک گروہ جو تنزیہ روحی تک پہنچا ہے اور اسے فوق العرش پایا ہے اسی تنزیہ کو تنزیہ الہی تصور کر لیا ہے۔ اور اس مقام کے علوم و معارف کو علوم دقیقہ قرار دیا ہے۔ اور استواء کے راز کو حواسی مقام حل کیا ہے۔ حالانکہ حق یہ ہے کہ یہ تو روح کا نور ہے۔ اس فقیر کو بھی اس مقام کے حصول کے وقت اس قسم کا اشتباہ پیدا ہوا تھا لیکن جب عنایت خداوندی جل سلطانہ نے اس کو راب سے آگے گزارا تو جان لیا کہ وہ نور روح کا نور ہے نہ کہ نور الہی جل سلطانہ۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي هَدَانَا لِهٰذَا وَمَا  
كُنَّا لِنَقْتَدِيَ لَوْ كَاَنَّ هٰذَا بِنَا اَللّٰهُ  
تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے ہم کو اس راہ  
کی ہدایت نصیب فرمائی۔ اور اگر وہ ہدایت نہ دیتا تو ہم  
ہدایت نہ پانکتے۔

اور رُوح چونکہ لامکانی شے ہے اور بے چوٹی و بے چگونگی کی صورت پر پیدا ہوتی ہے اس لیے اس طرح  
کے اشتباہ کا عمل نہ جاتی ہے۔

وَاللّٰهُ يُحِقُّ الْحَقَّ وَهُوَ بَهْدِي السَّيِّئِلِ  
اللہ تعالیٰ ہی احقاق حق فرماتا ہے اور سیدھے  
راستے کی ہدایت دیتا ہے۔

اور صوفیائے کرام کا وہ گروہ جو اس نور کو فوق العرش سے لے کر نیچے اترتا ہے اور اس سے بقا  
پیدا کرتا ہے اپنے آپ کو تشبیہ اور تنزیہ کا جامع تصور کرتا ہے۔ اور اگر اس نور کو اپنے سے جدا پاتا ہے  
تو اسے مقام "فرق بعد الجمع" گمان کرتا ہے۔ اس طرح کے مغالطے صوفیہ کو بہت لاحق ہوتے ہیں وہی سبحانہ  
تعالیٰ غلطیوں کے مقامات خط کے مواقع سے بچانے والا ہے۔

جاننا چاہیے کہ روح اگرچہ عالم کی نسبت بے چون ہے، لیکن حق جل و علا کی نسبت سے دائرہ چوں  
میں داخل ہے۔ تو یہ روح گویا عالم چوں اور جناب قدس خداوندی جو حقیقی ہے چوں ہے کے درمیان برزخ ہے  
تو روح دونوں طرف کا رنگ رکھتی ہے اور دونوں اعتبار اس میں صیح ہیں۔ برعکس بے چوں حقیقی کے کہ اس تک  
چوں کی بوجہ نہیں پہنچ سکتی پس جب تک روح کے تمام مقامات سے عروج واقع نہ ہوں تب تک اس اسم  
تک نہیں پہنچ سکتا۔ لہذا پہلے تمام طبقات مبادیات میں تک کہ عرش سے بھی گزرنا چاہیے۔ اور مکمل طور پر  
لازم امکان سے باہر آنا چاہیے۔ اس کے بعد عالم ارواح کے مراتب لامکانیت بھی طے کرے تب جا کر  
سالک اس اسم تک پہنچتا ہے۔

خواجہ پندار کہ مروا صل است حاصل خواجہ بجز پندار نیست

تو وہ سبحانہ تعالیٰ و راہ الورد ہے۔ اس عالم خلق سے اوپر عالم امر ہے۔ اور عالم سے اوپر اسماء اور شیرینات  
کے مراتب ہیں۔ ظلال و اصائل، اجمال اور تفصیل، اور ان مراتب علی واصلی، کوئی دانی اور اجمالی و تفصیلی سے  
اور مطلوب حقیقی کو تلاش کرنا چاہیے۔ دیکھیے کس عرش نصیب کو اس جستجو سے نوازتے ہیں اور کس صاحب  
دولت کو اس سعادت سے شرف فرماتے ہیں۔ ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل  
شہ حضرت صاحب کامان ہے کہ مطلوب سے واصل ہو چکے ہیں۔ حالانکہ انھیں صوفیہ بے بنیاد گمان ہی حاصل  
ہے۔ حقیقتہً کچھ بھی انہیں حاصل نہیں۔



العظیمہ۔ ہمت بلند رکھنی چاہیے اور جو کچھ راہ میں ہاتھ آجائے اسی پر قناعت نہیں کرنی چاہیے۔  
اور دوا داروں میں اپنا مطلوب تلاش کرنا چاہیے۔  
میکف الوصول الی معاد و دود نہا  
قلل الجبال و دود نہن خیف

### تنبیہ آخر:

دوام وصل اور استمرار وقت اس شخص کے لیے تسلیم کیا جاسکتا ہے جو فنا کے بعد بقا باشد  
کے ساتھ موصوف اور اس کا علم حصولی علم حضوری سے تبدیل ہو چکا ہو۔ ہم اس بحث کو زیادہ واضح اور روشن  
طریقہ سے بیان کرتے ہیں:

ہاں لے کہ عالم کو جو علم اپنی ذات کے سوا حاصل ہوتا ہے وہ عالم کے ذہن میں حصول صورت کے  
طریقہ سے ہوتا ہے اسے علم حصولی کہتے ہیں۔ اور جو علم حصول صورت کا محتاج نہیں ہوتا اور وہ عالم کی اپنی  
ذات کا علم ہے، یہ علم حضوری ہے کیونکہ اس میں ذات بنفسہا عالم کے سامنے حاضر ہوتی ہے۔ اور علم  
حصولی میں جب تک معلوم کی صورت ذہن میں موجود رہتی ہے اس وقت تک عالم معلوم کی طرف متوجہ  
رہتا ہے۔ اور جب وہ صورت ذہن سے نائل ہو گئی تو ذہن کی وہ توجہ بھی نائل ہو جاتی ہے پس علم حصولی  
میں دوام توجہ محال مادی ہے۔ بخلاف علم حضوری کے کہ اس میں معلوم سے غفلت غیر مقصود ہے۔ کیونکہ  
اس کے تحقق کا منشا علم کی ذات کا حضور ہے۔ اور جب یہ حضور دائمی ہے تو ذات کا علم بھی دائمی ہوگا۔  
اپنی ذات سے توجہ کا زوال ممکن نہیں۔ اور بقا باشد کے مقام میں علم حضوری ہوتا ہے جس کا زوال  
نہیں ہو سکتا۔

یہ گمان نہ کرنا کہ بقا باشد اس امر سے عبارت ہے کہ تو اپنے آپ کو حق تعالیٰ کا مین پائے، جیسا کہ  
اس گروہ کے بعض لوگوں نے حق الیقین کی یہی تفسیر کی ہے۔ بات اس طرح نہیں۔ بقا باشد جو فنا کے مطلق کے بعد  
میسر آتی ہے اس قسم کے طور سے مناسبت نہیں رکھتی۔ یہ مذکورہ حق الیقین جو بعض نے کہا ہے اس بقا کے  
حاسب ہے جو جذبہ میں حاصل ہوتا ہے۔ وہ بقا جو ہمارا مقصود ہے اور ہے حق  
ذوق این سے شناسی بخدا تا پیشی

۱۰۔ سعاد و عشرت ہمہ کسی طرح ممکن ہے جبکہ میرے اور اس کے درمیان پھاڑوں کی بند پوٹیاں  
اور نشیب و فراز مائل ہیں۔

۱۱۔ بخدا اس شراب کو چکھنے سے پہلے تم نہیں پہچان سکتے۔

پس استمرار توجہ اور دوام حضور بقا بالشد کی صورت میں موجود ہوتی ہے۔ بقا بالشد کے ساتھ موصوف ہونے سے قبل دوام ممکن نہیں۔ اگرچہ بہت سے حضرات کو اس مقام میں پہنچنے سے پہلے اس معنی کا وہم ہوتا ہے۔ خاص کر طریقہ نقشبندیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم میں۔ اور غرض بات وہی ہے جس کی میں نے تحقیق کی ہے، اور درست وہی چیز ہے جس کا مجھے الہام ہوا ہے۔  
والیہ تعالیٰ اعلم بالصواب، واللہ تعالیٰ المرجع والمآب۔ والحمد للہ رب العالمین  
اولاً و آخراً والصلوة والسلام علی رسولہ دامت ائمہ من مدنا۔

## مکتوب نمبر ۲۸۶

الان اللہ فقید کی طرف صادر فرمایا:

اعتقاد صحیح کے بیان میں جو آراء صائبہ اہل سنت و جماعت کے موافق کتاب سنت سے اخذ ہے۔ اور اس جماعت کا رد جس نے اہل سنت و جماعت کے معتقدات کے خلاف سمجھا ہے یا اہل حق کے خلاف کشف سے معلوم کیا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

جان سے ارشاد شد کہ اللہ تعالیٰ والہمک سوا القضاط اکہ سالک کے طریق کی جملہ ضروریات میں ایک اعتقاد صحیح ہے جسے علمائے اہل سنت و جماعت نے کتاب سنت اور آثار سلف سے استنباط کیا ہے اور کتاب و سنت کو ان معانی پر محمول کرنا جنہیں جہور علماء اہل حق یعنی اہل سنت و جماعت نے کتاب سنت سے سمجھا ہے، بھی ضروری ہے۔ اور اگر بالفرض ان معانی مفہومہ کے خلاف کشف والہام سے کوئی چیز ظاہر ہو تو اس کا اعتبار کرنا چاہیے اور ان سے پناہ پکڑنی چاہیے۔

مثلاً آیات و احادیث جن کے ظاہر سے توحید و جود مفہوم ہوتی ہے۔ اسی طرح احاطہ و سرلان اور قرب و محبت ذاتی معلوم ہوتی ہے جب علمائے حق نے ان آیات و احادیث سے یہ معنی نہیں سمجھے تو اگر دریاں راہ سالک پر یہ معانی منکشف ہوں یا ایک ذات کے سوا کسی کو موجود نہ پائے یا اسے محیل بالذات اور اس کا قرب ذاتی جانے تو اس وقت اگرچہ غلبہ حال اور سرور وقت کی وجہ سے معذور ہے لیکن چاہیے کہ ہمیشہ حق سبحانہ و تعالیٰ سے اتہا اور تضرع کرے کہ اسے اس گرداب سے باہر نکال کر ان امور کا اس پر لہ اللہ تعالیٰ تجھے سیدمی راہ پر چلنے کی ولایت اور اس کا الہام فرمائے۔



انکشاف کرے جو آرائے صاحبہ علماء اہل حق کے مطابق ہیں۔ اور ایک بال برابر بھی ان کے معتقدات حق کے خلاف ظاہر نہ کرے۔ خلاصہ یہ ہے کہ معافی مغفورہ علماء اہل حق کو کشف کی صداقت کا نشان قرار دے اور اپنے امام کی کسوفی ان کے سوا کسی شے کو قرار نہ دے کیونکہ وہ معافی جو ان علماء حق کے معافی مغفورہ کے خلاف ہوں درجہ اعتبار سے ساقط ہیں۔ کیونکہ ہر بدعتی اور گمراہ اپنے معتقدات کا مقتدا کتاب و سنت ہی کو جانتا ہے اور اپنے ردی انہام کی وجہ سے کتاب و سنت سے معافی غیر مطابقت سمجھ لیتا ہے:

يُضِلُّ بِهِ كَثِيرًا مِّنْ يَّهْدِي بِهِ  
اَشِدَّاسُ كَمَا تَهْتَكُتُ كُفْرًا كَرَاهٍ اُورِثَتْ  
لَوْ كُنْ كُفْرًا دِيْنًا هِيَ -

اور یہ جو میں نے کہا ہے کہ علماء اہل حق کے مجھے ہر مے معافی ہی لائق اعتبار ہیں اور اس کے خلاف معتبر نہیں اس بنا پر ہے کہ انہوں نے یہ معافی صحابہ اور سلف صالحین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے آثار اور تتبع سے اخذ کیے ہیں اور ان کی ہدایت کے ستاروں کے انوار سے حاصل کیے ہیں۔ اس لیے نجات ابدی انہی کے ساتھ مخصوص ہو گئی اور صلاح سرمدی ان کا حصہ قرار پائی:

اُولَٰئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ اَ لَآ يَأْتِي حِزْبَ  
اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ -  
یہی لوگ اللہ کا گروہ ہیں جس کو اللہ کا گروہ ہی  
فلاح پانے والا ہے۔

اور اگر بعض علماء دوستی اعتقاد کے باوجود اعمال میں سستی اور کوتاہیوں کے مرتکب ہیں ان کو دیگر کہ مطلق علماء کا انکار کرنا اور سب کو ملعون کرنا محض بے انصافی اور بے بنیاد مبارہ ہے۔ بلکہ اکثر ضروریات دین کا انکار ہے۔ کیونکہ ان ضروریات کے ناقل یہی علماء کرام ہیں اور کھرے کھرے کی پرکھ کرنے والے یہی حضرات ہیں۔ اگر ان کا نور ہدایت نہ ہوتا تو ہم ہدایت نہ پاتے۔ اور اگر وہ درست کو خطا سے الگ نہ کرتے تو ہم گمراہ ہو جاتے۔ یہ علماء ہی ہیں جنہوں نے دین توہم کا کلمہ بلند کرنے میں اپنی ساری قوت صرف کر دی۔ اور بے شمار لوگوں کو صراطِ مستقیم پر چلایا۔ تو جس نے ان کی پیروی کی، نجات اور فلاح پا گیا۔ اور جو ان کا مخالفت ہمارے خود بھی گمراہ اور دوسروں کو بھی گمراہ کرنے کا باعث بنا۔

جاننا چاہیے کہ آخر کار صوفیہ کلام کے معتقدات بھی تمام منازلِ سلوک طے کرنے اور درجاتِ ولایت کی نہایت کے بعد انہیں علماء اہل حق کے معتقدات ہیں۔ غایتِ مافی الباب اتنی بات ہے کہ علماء کے لیے ان معتقدات کا حصول نقل یا استدلال سے ہے اور صوفیہ کے لیے کشف یا الہام کے ذریعہ۔ اگرچہ بعض صوفیہ کو راہِ سلوک کے درمیان سکر وقت اور غلبہٴ حال کے باعث ان معتقدات کے خلاف کچھ امور ظاہر ہوتے ہیں

لیکن اگر انہیں ان مقامات سے گزار کر نہایت کا رنگ نہ پہنچائیں تو پھر وہ مخالف باتیں بے مقدار ذرات کی طرح اثر جاتی ہیں۔ اور اگر انہیں نہایت کا رنگ نہ پہنچائیں تو وہ اسی مخالفت پر قائم رہتے ہیں لیکن امید ہے کہ انہیں اس پر گرفت نہیں کریں گے۔ ایسے صوفیہ کا حکم جہند محفل کا حکم ہے جہند نے استنباط میں غلطی اور ان سے کشف میں خطا واقع ہو گئی۔

اس گروہ کے بعض لوگوں کی مخالفت باتوں میں سے ایک تو وحدت وجود کا حکم اور احاطہ اور قرب اور معیت ذاتی کا قول ہے جس کا پہلے گزرا۔

دوسری مخالفت بات یہ ہے کہ وہ خارج میں ذات واجب عز سلطانہ سے زائد وجود کے ساتھ صفات بنوعریا ثنائیہ کا انکار کرتے ہیں۔ حالانکہ علمائے اہل سنت و جماعت صفات کو موجود جانتے اور خارج میں ذات تعالیٰ کے وجود سے ان کا زائد وجود تسلیم کرتے ہیں۔ ان صوفیہ میں یہ انکار اس بنا پر پیدا ہوا کہ اس وقت ان کو صفات کے آئینہ میں ذات تعالیٰ و تقدس کا شہود ہوتا ہے۔ اور یہ بات سب کے علم میں ہے کہ آئینہ دیکھنے والے کی نظر سے پرشیدہ ہوتا ہے پس اس پر شیدگی کی وجہ سے خارج میں صفات کے وجود کو معدوم خیال کرتے ہیں اور یہ گمان کرتے ہیں کہ اگر صفات موجود ہوتیں تو مشہود بھی ہوتیں۔ لہذا جب ان کا مشہود نہیں تو ان کا وجود بھی نہیں۔ اور اپنے اس فیصلے کے تحت علماء پر وجود صفات تسلیم کرنے کی وجہ سے اعتراض کرتے ہیں بلکہ کفر اور بت پرستی کا حکم لگاتے ہیں۔ اَعَاذَنَا اللَّهُ سُبْحَانَهُ مِنْ الْجَرَاةِ فِي الطَّعْنِ۔

اور اگر ان صوفیہ کو اس مقام سے ترقی واقع ہوتی اور ان کا مشہود اس پر وہ سے باہر آجاتا اور صفات کے آئینہ ہونے کی کیفیت زائل ہو جاتی تو صفات کو ذات سے جدا دیکھتے اور صفات کا انکار نہ کرتے۔ اور ان کا کام اکابر علماء پر طعن و اعتراض تک نہ پہنچتا۔

ان صوفیہ کی علماء اہل حق کے خلاف تیسری بات یہ ہے کہ بعض امور پر ایسا حکم لگاتے ہیں جو ایجاب واجب تعالیٰ و تقدس کو مستلزم ہے۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ پر لفظ ایجاب کا اطلاق نہیں کرتے اور ارادے کا اثبات کرتے ہیں لیکن فی الحقیقت ارادے کی نفی کرتے ہیں۔ اور اس حکم میں تمام اہل شریعت کی مخالفت کرتے ہیں۔

صوفیہ کی مخالفت باتوں میں سے چوتھی بات یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ حق سبحانہ قادر ہے۔ قدرت بمعنی ان شاء فعل وان لم یشاء لم یفعل کے ساتھ یعنی اگر چاہے تو کرے اور اگر نہ چاہے تو نہ کرے۔ بلکہ اللہ سبحانہ ہمیں اعتراض کی جرات سے بچائے۔



پہلے تفسیر شریعہ کو واجب الصدق جانتے ہیں اور دوسرے کو متنع الصدق۔ اور اسی قول سے ایجاب لازم آتا ہے۔ بلکہ یہ قدرت کے اس معنی کا انکار ہے جو اہل مل کے نزدیک متعین ہے۔ کیونکہ اہل مل کے نزدیک قدرت یعنی صحت فعل و ترک ہے۔ اور ان صوفیہ کے قول سے وجوب فعل اور امتناع ترک لازم آتا ہے۔ پس اس معنی کی اہل مل کے بیان کردہ معنی سے کیا نسبت۔ اس مسئلہ میں ان بعض صوفیہ کا مذہب بعینہ حکماء کا مذہب ہے۔ اور تفسیر اولی کو واجب الصدق اور دوسرے کو متنع الصدق تسلیم کرتے ہوئے ارادے کا اثبات کرنا اور اس اثبات کے ساتھ اپنے آپ کو حکماء سے جدا کرنا کچھ سودمند نہیں کیونکہ ارادہ دو متساوی چیزوں میں سے ایک کی تخصیص کا نام ہے۔ اور جب تساوی نہیں تو ارادہ بھی مفتنی ہے۔ اور یہاں وجوب اور امتناع کے درمیان تساوی معدوم ہے۔ فافہم۔

ان بعض صوفیہ کی مخالف باتوں میں سے پانچوں بات یہ ہے کہ یہ حضرات مسئلہ قضاء و قدر کی بے طریقہ تحقیق کرتے ہیں جس کے ظاہر سے ایجاب لازم آتا ہے۔ اور اس بحث میں ان کی جہالتوں سے ایک جہالت یہ ہے:

الحاکم محکوم والمحمکوم حاکم  
یعنی حاکم محکوم ہے اور محکوم حاکم ہے۔  
حق تعالیٰ پر کسی شے کو واجب ماننے سے قطع نظر حق سبحانہ کو کسی کا محکوم کہنا اور اس پر کوئی حاکم مسلط کرنا  
بہت بری بات ہے!

إِقْمِمْ لِبِقُولِنَا مِنْكُمْ إِقْنَ الْقَوْلِ  
وَزُودَا۔  
بیشک یہ لوگ ایک بُری اور جھوٹ بات کہتے ہیں۔

ان صوفیہ کی اس طرح کی مخالف باتیں اور بھی بہت ہیں۔ جیسے رویت حق تعالیٰ کو ممکن نہ جانا اگر صرف تجلی صوری کی صورت میں۔ اور یہ قول حق تعالیٰ کے انکار رویت کو مستلزم ہے۔ اور وہ رویت جیسے تجلی صوری کی شکل میں انہوں نے جائز مانا ہے حق تعالیٰ سبحانہ کی رویت نہیں بلکہ وہ شبہ اور مثال کی ایک قسم ہے۔

يُرَاكَ الْمُؤْمِنُونَ بِغَيْرِ كَيْفٍ  
وَادْرَاكَ وَضَرْبٍ مِنْ مَثَالٍ  
اور بعض صوفیہ کا یہ قول بھی اہل اسلام کے مخالف ہے کہ کالمین کی ارواح قدیم اور ازلی ہیں۔ ان کا یہ قول سراسر اہل اسلام کے خلاف ہے کیونکہ اہل اسلام کے نزدیک عالم اپنے تمام اجزاء کے ساتھ حادث ہے۔ اور کالمین کی ارواح بھی عالم میں سے ہیں۔ کیونکہ عالم جمیع ماسویٰ اللہ کا نام ہے۔ فافہم  
لہ من خدا تعالیٰ کہ بے کیف اور بلا ادراک اور بغیر مثال کے دیکھیں گے۔

پس سالک کو چاہیے کہ حقیقت کا تک پہنچنے سے قبل کشف و انکشاف کی مخالفت کے باوجود علماء اہل حق کی تقلید کو لازم جانے اور علماء کو حق ادا اپنے آپ کو مغلی تصور کرے کیونکہ علماء تقلید انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات سے استناد پکڑتے ہیں جو وحی قطعی سے موید ہیں اور خطا اور غلط سے معصوم ہیں اور سالک کا کشف الہام وحی سے ثابت شدہ احکام سے مخالفت کی صورت میں غطا اور غلط ہے۔ تو اپنے قول کو علماء کے قول پر مقدم رکھنا حقیقت میں نازل شدہ احکام قطعیہ پر مقدم رکھنے کے مترادف ہے۔ اور یہ عین ضلالت اور محض خسارہ ہے۔

نیز جس طرح کتاب و سنت کے مطابق اعتقاد رکھنا ضروری ہے اسی طرح کتاب و سنت پر اس طریقہ کے مطابق جرائم مجتہدین نے ان سے استنباط فرمایا ہے اور ان سے حلال و حرام فرض و واجب اور سنت و مستحب اور مکروہ و مشتبہ احکام پر عمل کرنا اور ان کا علم حاصل کرنا بھی ضروری ہے۔ اور تقلید کو اس امر کی اجازت نہیں کہ مجتہد کی رائے کے خلاف از خود ہی کتاب و سنت سے احکام اخذ کرتا پھرے۔ اور ان پر عمل کرے۔ اور عمل میں اپنے مجتہد مذہب میں جس کا تابع ہے قول غلط کو اختیار کرے اور غصت سے پہنچتے ہوئے عزیمت پر عمل کرے۔ اور حتی الامکان اقوال مجتہدین کے جمع کرنے میں پوری کوشش کرے تاکہ متفق علیہ قول پر عمل واقع ہو۔ مثلاً امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ وضو میں نیت کو نافرمان قرار دیتے ہیں۔ تو چاہیے کہ بے نیت وضو نہ کرے۔ اسی طرح امام شافعی وضو میں ترتیب اور پے درپے وضو کو لازم جانتے ہیں، تو ترتیب اور پے درپے کا خیال رکھے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اعضا وضو تے وقت ان کو نافرمان جانتے ہیں، تو چاہیے کہ یہ بھی اعضا کو مل کر وضو کرے۔ اسی طرح یہ ائمہ عورت کو چھونے اور ذکر کو ہاتھ لگانے کو وضو ٹوٹنے کا سبب قرار دیتے ہیں، تو چاہیے کہ عورت کو چھونے اور ذکر کو ہاتھ لگانے کی صورت میں میں نیا وضو کرے۔ علیٰ ہذا القیاس۔

یہ دو اعتقادی اور عملی پر حاصل ہونے کے بعد قرب الہی جل شانہ کے مدارج عروج کی طرف سے اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت امام ربانی قدس سرہ السامی مسئلہ تقلید میں متعصب اور پختہ تھے۔ بعض غیر تقلید حضرات کا یہ کہنا کہ وہ فرعی مسائل میں بڑی آزادی سے امام شافعی کے ساتھ بعض اہم مسائل مختلف فقہ پر اتفاق فرماتے اور اس کے باوجود وہ حنفی مکمل تھے میں مسرت محسوس کرتے یہ اس علی جہاد کا اثر تھا جو حضرت مجدد نے فقہی مجہود کے خلاف فرمایا۔ حضرت امام ربانی قدس سرہ کے یہاں بیان کردہ مسلک و عقیدہ کے خلاف ہے۔ حضرت امام ربانی علیہ الرحمۃ نے دوسرے کئی مقامات پر اپنے امام کی تقلید پر زور دیا ہے۔ جس سلسلے میں مکتوب مہر دفتر اول کا مطالعہ کرنا چاہیے جس میں آپ نے دفعہ سابعہ کا مسئلہ بیان فرمایا ہے۔